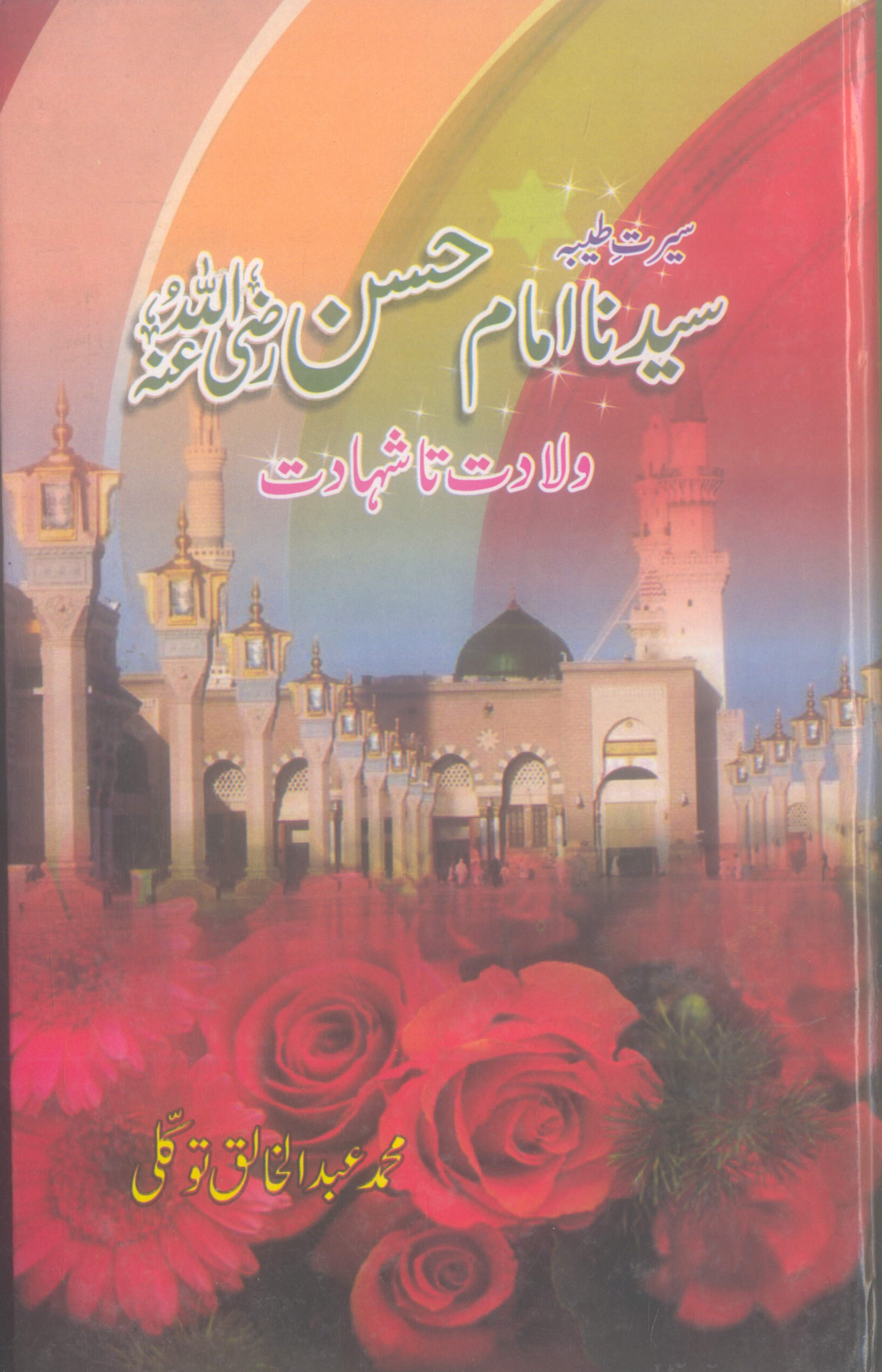
سیرتِ طیبہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

ولادت تا شہادت



محمد عبدالخالق توکّلی

سیرتِ طیبہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

(ولادت تا شہادت)

سیرت نگار محمد عبدالخالق توکلی

(ریٹائرڈ سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ)

گورنمنٹ کالج برائے تربیتی اساتذہ، فیصل آباد

(0333-9926213)

مکتبہ محبوبیہ، نزد بس سٹاپ ملک پور، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد

رہائش: W-S.3-K، گلستان کالونی نمبر 1، فیصل آباد۔ فون: 041-8784141

نام کتاب .... سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

مصنف/مؤلف .... محمد عبدالخالق توکلی

ایڈیشن .... اوّل (2009)

تعداد 1000

پبلشرز ....

کمپوزنگ .... شیخ آصف حسین (الحسن کمپوزنگ سنٹر فیصل آباد)

(0321-7805823,0313-7210623)

فہرست

انتساب

بحضور سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا وسلام اللہ علیہا

اور انہی کی ذات گرامی سے منسوب

آپ رضی اللہ عنہا کے عزیز بزرگ لختِ جگر پر چند اوراق پریشاں لکھے گئے اور نقل کیے گئے خود بھی قبول فرمالیں اور اپنے عظیم ترین محبوب آقا ملجا و ماویٰ سید الاولین والآخرین شفیع معظم نورِ علیٰ نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ سے بھی شرفِ قبولیت دلوا دیں۔ تاکہ

راقم بے حد گنہ گار کو موت سے لے کر آخر تک تمام مراحل میں ذرہ بھر بھی تنگی نہ ہو اور خصوصی شفاعت میں پناہ ملے۔

ان گذارشات کی منظوری کے لیے اپنے شیخ طریقت محسنِ اعظم، مجسمہ اسرار و انوار، سنتِ مطہرہ کے ہمیشہ پابند، حسن و جمال اور مکارم اخلاق کے پیکر خواجہ صدیق احمد ہاشمی سیدوی محبوبی توکلی مجددی نقشبندی، قادری علیہ الرحمۃ کا وسیلہ بھی بطور نذرانہ پیش خدمت ہے۔

کمترین امیدوار غفران

محمد عبدالخالق توکلی عفی عنہ

قارئین کرام! اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا کمی بیشی نظر آئے تو مطلع فرما کر اجر عظیم پائیں۔ شکر گزار (مؤلف)

ارشادِ گرامی امام ربانی مجدّد الف ثانی
شیخ احمد سرہندی فاروقی
قدس سرہ العزیز

ترجمہ: ''اہل بیتِ نبوتؐ سے محبت کا خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ (یعنی اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے محبت خاتمہ بالخیر ہونے میں نہایت ممد ومعاون ہے۔ مفہوم از راقم) (صحیفہ شریف، 36 دفتر دوم)

''ہم اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جگمگاتی روشنی پر مرکوز ہیں۔''
(تفسیر ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص: 377، اشاعت رمضان المبارک 1399ھ)

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

استدعا:

1 رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ
بِحُرْمَتِ رَحْمَةِ الْلِّعٰلَمِيْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

2 اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! ہم پر علم وحکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رحمت نچھاور فرما! اے عظمت اور بزرگی والے۔

تعارف مؤلف

نام: محمد عبدالخالق توکلی

ولدیت: حضرت مولانا مولوی کریم بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

داداجان: خواجہ نور ماہی نور اللہ مرقدہٗ

پیدائش: 02-06-1937 بمقام کھڈور صاحب، ضلع امرتسر

تعلیمی قابلیت: ایم اے اردو، ایم اے اسلامیات، بی ایڈ

1955ء ہی سے شعبہ درس وتدریس

پیشہ: 1961ء سے کئی سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریسی انتظامی امور بعدازاں تربیتی اوارے برائے اساتذہ میں خدمات سرانجام دیں۔

نسبت: ہوش سنبھالتے ہی کئی بزرگانِ دین کے ساتھ واسطہ شروع ہوا۔ جاری رہا اور خصوصاً آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ صدیقیہ سیدا شریف تحصیل پھالیہ، بعداز فراغت ملازمت گریڈ 19 ریگولر۔ سیرطیبہ اور تعلیمات اسلامیہ پر لکھنا شروع کیا۔ 1997ء سے تاحال قریباً 37 چھوٹی بڑی کتب مرتب کرلیں۔ (لسٹ کتب پیش لفظ کے آخر پر ہے) ربّ غفور الرحیم شرف قبولیت سے نوازدے۔ آمین ثم آمین

حاضری حرمین شریف:

ریٹائرمنٹ کے بعد ایک ہی سال کے اندر تین بار مع اہل وعیال حرمین شریف کی حاضری کا شرف رب کریم نے بحرمت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جملہ مقبولانِ حق تعالیٰ نصیب فرمایا۔ پھر مئی 2008ء میں چند روز کے لیے اللہ تعالیٰ وحضور اوّل الانبیاء شفیع معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھروں میں حاضری نصیب ہوئی۔ اب پھر...... التجاء ہے

خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

اور یہ بھی التجا دست بستہ عاجزانہ:

جب دم واپسیں ہو یااللہ
لب پہ ہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آمین ثم آمین

پیشِ لفظ

ایک مدت سے تمنا رہی ہے کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر از ولادت طیبہ تا شہادت عظمیٰ کچھ لکھوں۔ اگر چہ علمی لحاظ سے اہلیت بالکل مفقود ہے۔ تاہم محبوبان ومقبولان ربّ غفور الرحیم کے بارے میں لکھنے یا پڑھنے پر پاکبازوں کی صحبتِ معنوی ہی نصیب ہوتی ہے۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

اور

سب باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

ان کا ذکر خیر حصولِ برکات ونجات اُخروی کا موجب بھی ہے، سیرت سے واقفیت پر ان کے نقشِ قدم پر چلا جا سکتا ہے جو کہ صراط مستقیم ہے۔ اس لیے عمر کے بالکل آخری حصے میں اور نہایت شدید علالت کے دوران اس ہیچمدان ناکارہ نے اپنی دیگر تالیفات کی طرح آنجناب جود وسخا کے پیکر، رضا وتسلیم اور صبر وتحمل کے سرچشمہ سیدنا امام عالی مقام جناب حسن علیہ السلام و رضی اللہ عنہ پر اپنے بے حد نامساعد حالات میں چند بے ربطی سطور لکھ ڈالیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص محبوب نواسے ہیں، سیدہ فاطمہ زہرا بتول طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا اور اسد اللہ الغالب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے جگر گوشہ ہیں، سالارِ شہیدانِ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاتونِ کربلا شاکرہ عالمہ فاضلہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے برادرِ بزرگ ہیں۔

بوجہ علالت وغیرہ ذہن کام نہ کرتا تھا، بفضلہ تعالیٰ یہ گلدستہ تیار کیا۔ کسی کی دل آزاری مطلوب نہیں ہے۔ نہ مال وزر کی حرص ہے۔ بعد از فراغت ملازمت میں جو کچھ ملا سب کچھ فی سبیل اللہ مختلف مصارف میں لگا دیا۔ البتہ یہ مقصود ہے کہ مولائے کریم ورحیم کی رضامندی اور نجات ومغفرت نصیب ہو جائے۔

بندۂ پر تقصیر مکرر عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل ان پڑھ ہے، پہلے آباواجداد کے دینی ماحول

کے اثر سے کتب اسلامی بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق رہا، پھر خانقاہ آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ صدیقیہ میں حضور قبلہ عالم خواجہ صدیق احمد شاہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت نے ذوق سلیم میں بے حد اسلامی دینی جذبہ وشوق ابھارا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور اعلیحضرت محبوب عالم شاہ ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور حضور جناب خواجہ توکل شاہ مست انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب معنوی فرزند اور مراد، فیض یافتہ اور عظیم ترین عارف باللہ اور اپنے دور کے عظیم دینی سکالر تھے۔

اس ناکارہ نے درج ذیل کتب تالیف اور مرتب کیں:۔

1) **ذکر خیر** 1: بے مثل ولادت وسیرت طیبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ 12 ابواب 520 صفحات

2) **ذکر خیر** 2: امہات المومنین رضی اللہ عنہن وجملہ متعلقین کرام رضی اللہ عنہم ..... صفحات 368۔ ابواب 5 (نمبر 1، 2) زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور نے شائع کیں۔

3) **ذکر خیر** 3/1: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مع خصوصی بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

4) **ذکر خیر** 3/2: سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مع خصوصی بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

5) **ذکر خیر** 3/3: سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مع خصوصی بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

6) **ذکر خیر** 3/4: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مع خصوصی بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(نمبر 3 تا 6 صفحات قریباً 1100) یہ بھی مذکورہ ادارہ شائع کر رہا ہے

7) **ذکر خیر** 4: سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ مع تلخیص بعض مکتوبات شریف۔ صفحات 370

8) گلشن محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سدابہار مہکتے پھول۔ (دو سو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم و محدثین علیہم الرحمۃ) صفحات: 304

9) مُردوں کو زندوں کی ضرورت (زندوں کیلئے بھی نفع بخش)

10) رضی اللہ عنہم ورضوعنہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات اور اصحاب البدر رضی اللہ عنہم)

11) شاہراہ طہارت (12) شاہراہ ہدایت

13) جملہ امراض کا علاج اور قرآن وحدیث مع اوراد روز وشب
15،14) اربعین شریف۔ دو مجموعے
16) نجوم ہدایت (قریباً/71 ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی مع مختصر روایات وحسین تذکرہ)
17) سیرتِ طیبہ سیدنا امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ
18) اہم نکات مثنوی شریف سیدنا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (نہایت قیمتی جواہرات)
19) حالاتِ طیبہ خواجہ صدیق احمد شاہ سیدوی علیہ الرحمۃ
20) اصحاب البدرؓ۔
21) گلزارِ توکلیہ خالقیہ (منظوم)
22) سیّدنا عبداللہ بن زبیرؓ
23) تلخیص حدائق الاخیار
نوٹ: نمبر 18، 20، 22، 23، 30 ذکرالٰہی ''پنج گنج'' (پانچ خزانے) کے نام سے اکٹھی شائع کی جارہی ہیں۔
24) خواجہ معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ محبوب خلیفہ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔
25) تاریخ ہائے عرائس مشاہیر اسلام (ایام اللہ)
26) اربعین نورانی
27) مصباح نجات (صفحات 330)
28) خواجہ اللہ رکھا خواصپوری رحمۃ اللہ
29) عباد الرحمٰن رحؒ
30) ذکرالٰہی
31) داڑھی...... سنتِ مؤکدہ (مقدار کی شرعی حد)
32) 11 ذوالحجہ 1429ھ کی کاوش میرا اسلامی ودینی مشغلہ
33) اتحاد بین المسلمین

34) غازیان اسلام

35) انعقاد جشن میلاد بھی..........؟؟

36) خواجہ سیف الرحمن مجددی

37) میرِ کارواں

اطلاعاً عرض: درج بالا تمام کتب (چھوٹی بڑی) دورِ حاضر کی لاجواب اسلامی کتب، مختصر مگر جامع مع حوالہ جات، دینی انسائیکلوپیڈیا، ایمان افروز، روح پرور، عام فہم، ہر سطح کے قاری کے لیے مفید، دلکش اسلوب، محض حصولِ رضائے رب رحیم و کریم جل جلالہ لکھی گئیں۔

ان کتب سے اپنے کتب خانوں اور گھروں کو مزین فرمایئے۔ جلسہ ہائے تقسیم انعامات، دستار بندی، دوپٹہ پوشی اور ادبی پروگراموں میں شامل فرمایئے۔ اس طرح دینِ اسلام کی راہنما تعلیمات کی اشاعت و خدمت میں شامل ہو جایئے۔ ہدیہ وہی ہو گا جو خرچ ہوا۔ اور بس

نوٹ: قریباً تمام مسودات کو ایک ساتھ مکمل کیا گیا۔ بعض علمائے کرام اور سکالرز صاحبان کو دکھائے گئے۔ سبھی نے اپنے تاثرات میں حرفِ تحسین و تصدیق تحریر فرمائی۔

ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

1۔ حضرت صاحبزادہ الطاف محمود ہاشمی صاحب آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ صدیقیہ سیدا شریفہ (راقم کے مربی خواجہ صدیق احمد شاہ سیدی کے لختِ جگر)

2۔ حضرت صاحبزادہ پروفیسر رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ معظمیہ۔ معظم آباد شریف ضلع سرگودھا۔

3۔ شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور۔

4۔ علامہ سعید الحسن شاہ مصنف بے شمار کتب اسلامی۔

5۔ میاں ندیم باری صاحب صدارتی ایوارڈ یافتہ و مصنف بے شمار کتب اسلامی و سیرت طیبہ

6۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صدر شعبہ اسلامیات زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

7۔ علامہ سید غلام دستگیر زیدی صاحب مصنف دینی کتب۔

8۔ صاحبزادہ علامہ پروفیسر عابد حسن صدر شعبہ اسلامیات و عربی

9۔ پروفیسر محمد فاروق قریشی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

10۔ جناب محمد اسلم منہاس ریٹائرڈ مجسٹریٹ۔

11۔ جناب محمد اشرف عظیم سکالر، ادیب، شاعر، ماہر تعلیم

12۔ جناب مبارک حسین ڈار عظیم سکالر، ادیب، شاعر، ماہر تعلیم

13۔ جناب نذر محی الدین نذر جالندھری عظیم سکالر، ادیب، شاعر، ماہر تعلیم

14۔ پروفیسر مفتی عبدالرؤف خان صدر شعبہ فارسی

15۔ پروفیسر روبینہ کوثر مغل

16۔ پروفیسر ریاض احمد قادری

کاش کہ سرکاری ارباب اقتدار تک رسائی ہوتی وہ ان کتب کی اشاعت کا اہتمام فرماتے کیونکہ کسی جگہ بھی فرقہ واریت اور تعصب کا شائبہ نہیں۔ البتہ سارا مواد تعلیمات و عقائد اہلسنت و جماعت کے عین مطابق ہے اور کسی کی کہیں دل آزاری مطلوب نہیں جو لغزش و کوتاہی سہواً ہوئی ہو آئندہ اشاعت میں دور کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

بعض مقامات پر کمپوزر صاحبان یا اس ناکارہ سے جو اغلاط رہ گئی ہوں، ان کی صحت بھی ہوگی۔

کمترین خادم الفقراء والعلماء

محمد عبدالخالق توکلی عفی عنہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور کتابِ ہذا

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تاریخ عالم میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اپنے پرائے بھی ان کی عظمت کے معترف ہیں۔ اس سب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس عظیم انسان کے متعلق علمی مواد یکجا ملنا مشکل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے پھول بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس کی ضرورت محسوس کرتا تھا کہ آپ کے حالات و احوال کو گلدستہ کا روپ دیا جائے۔ جناب عبدالخالق توکلی صاحب نے اس کمی اور ہماری دیرینہ خواہش کو پورا فرمادیا۔ عبدالخالق توکلی صاحب کی شخصیت اس کام کے لئے موزوں ترین ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمہ جہت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ بلند پایہ صوفی ہوئے ہیں۔ آپ کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے صوفیا آپ سے کس قدر رہنمائی لیتے تھے۔ اور آپ کا فیض کتنا شفیق، جمالی اور پر اثر ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ آپ کا تذکرہ ایسا شخص چھیڑتا جو خود تصوف کی شیرینی میں گندھا ہوا ہے۔ میں توکلی صاحب کو 1970ء سے جانتا ہوں۔ وہ خود ایک کامل صوفی کی صفات سے متصف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تحریر کردہ تذکرہ میں وہی مٹھاس، ملاحت اور پیار جھلکتا ہے جو امام موصوف رضی اللہ عنہ کی ذات کا خاصہ تھی۔ میں نے جس جس جگہ سے ذکر خیر کا مطالعہ کیا ہے، مجھے یوں محسوس ہوا گویا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ ہر پڑھنے والے کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کا فیض حاصل ہوگا اور لکھنے والے کو یقیناً اُن کی سنگت میسر آئے گی۔ میرا گمان ہے کہ توکلی صاحب کی بخشش اور بلندی درجات کے لیے یہی ایک کاوش کافی ووافی ہے۔

اللّٰھم صلی علی محمد وآلہٖ واصحابہ وسلم

صاحبزادہ کرنل الطاف محمود ہاشمی

آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ صدیقیہ سیدا شریف، تحصیل پھالیہ، ضلع منڈی بہاؤالدین

تقریظ

﴿از قلم پروفیسر مفتی عبدالرؤف خان﴾

(سابق صدر شعبہ فارسی G.C یونیورسٹی فیصل آباد)

یہ رب ذوالجلال کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ قحط الرجال کے اس پُرفتن دور میں جبکہ صالح ادب لکھنے والے غیاب اور مطالعہ کا ذوق رکھنے والے شاذونادر ہیں۔ کئی حق پرست اور حق سرشت دینِ متین کی تبلیغ واشاعت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیے ہوئے ہیں۔ انہیں صاحب بصیرت لوگوں میں ہمارے محترم رفیقِ کار درویش صفت انسان جناب پروفیسر عبدالخالق توکلی صاحب ہیں جو ایک ممتاز ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ دینی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ سلجھے ہوئے ذوق کے مالک ہیں۔ روحانی نسبت کے اعتبار سے بھی آپ پختہ نظریات کے حامل ہیں۔

ملازمت کی تکمیل کے بعد آپ تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ پیرانی سالی اور نامساعد حالات کے باوجود قلیل مدت میں دو درجن کے قریب اسلامی کتب زیورطبع سے آراستہ کر کے مارکیٹ میں لاچکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اچانک علم وعرفان کا کوئی چشمہ اُبل پڑا ہے جو ایمان وایقان کے چمن کو شاداب کرنے لگا ہے، آپ کی کتب تعلیماتِ اسلامی کا ایک ایسا حسین گلدستہ ہیں جس کی معطر ومعنبر خوشبو سے قلوب و اذہان دینی وروحانی دولت سے مالامال ہوجائیں گے اور دنیا وآخرت سنور جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی تحریر فرمایا ہے وہ آپ کے جذبۂ عشق اور خلوص وصداقت کا ترجمان ہے۔ ان کتب سے آپ کی کوئی دنیاوی منفعت مقصود نہیں بلکہ صرف دین اسلام کی خدمت اور

اعتقادی نظریات کے فروغ کا جذبہ ہے۔

میرے نزدیک آپ کی ہر تحریر کی سب سے اہم خوبی ادب وعقیدت اور محبت واحترام ہے۔ یہی کمال ادب تعلیماتِ اسلامیہ کی حقیقی روح تھی۔ یہی وہ قوت تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جلوہ گر ہوئی اور انہیں دنیا کی امامت کے بلند مقام پر فائز کر گئی مگر آہستہ آہستہ ایک سازش کے تحت یہی طاقت مسلمانوں میں مضمحل ہوتی گئی۔ ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات سرد پڑنے لگے۔ سیرت پر کتابیں تو بہت لکھی گئیں مگر ان میں سے اکثر جذبۂ محبت سے یکسر عاری۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان اوجِ ثریا سے تحت الثریٰ میں جا گرے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ادب واحترام کے ان جذبات کو جن کی بدولت مسلمان قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان اور با اقتدار سلطنتوں کو پائمال کرتے چلے گئے، ملتِ اسلامیہ کے دلوں میں پھر سے بیدا کیا جائے اور انہیں احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی دی جائے۔

میں انتہائی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جناب پروفیسر توکلی صاحب کی ہر کتاب اسی جذبے کی عکاسی کرتی ہے اور کمال ادب، فرطِ عقیدت اور غایت محبت سے معمور ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ان کتب کا مطالعہ ہر مسلمان بالخصوص ہماری نوجوان نسل کو حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حبِ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے جذبۂ بے بہا سے سرشار کر دے گا اور ایمان وعقاید میں تیقّن وتزاید کا باعث ثابت ہوگا۔ اس لیے کسی لائبریری اور کسی گھر کو ان تصانیف سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔

والسلام

پروفیسر مفتی عبدالرؤف خان

سابق صدر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

پروفیسر عبدالخالق توکلی کا نذرانہ محبت بنام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے متعلق بہت کم کتابیں ملتی ہیں جو معدودے چند ملتی ہیں، ان میں بھی مواد بہت کم ملتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے معروف محقق مصنف، ادیب ماہر تعلیم اور عالم دانشور جناب پروفیسر عبدالخالق توکلی نے بیسیوں کتابوں سے استفادہ کرنے کے بعد یہ تصنیف تیار کی ہے، جس میں انہوں نے شہزادۂ کونین نواسہ رسول، جگر گوشۂ شیر خدا و بتول رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے واقعات مرتب کردیئے ہیں، انہوں نے انتہائی جانفشانی اور عرق ریزی سے اس گراں قدر اور گراں مایہ بلند مرتبہ کام کو مکمل کیا ہے، جو مسلمانوں کے لیے واقعی ایک کتاب حوالہ کا کام دے گی۔ ان کی کتاب میں دی گئی تفصیلات انتہائی معتبر، مصدقہ اور صحیح ہیں۔ انہوں نے کتب حدیث وسیرت سے حوالے اکٹھے کرکے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ان کے کام کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اس تصنیف کو فرقہ واریت سے پاک رکھا ہے اور کسی جگہ پر بھی مذہبی گروہ بندی کا شکار نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کتاب کو ہر طبقے کے لیے لکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان بہت سادہ ہے۔ انداز سلیس اور انشائیہ ہے۔ تحریر میں شگفتگی اور شیفتگی ہے۔ ان کی زبان نستعلیق ہے، انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی صاحب مطالعہ شخصیت ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کتاب کے مطالعہ میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی دو درجن سے زائد کتب اس بات کی گواہ ہیں کہ وہ بہت تیز لکھنے والے ہیں۔ ان کے موضوعات کی بھی کمی نہیں وہ سیرت پر لکھتے ہیں، عقائد پر لکھتے

ہیں، صحابہ پر لکھتے ہیں اہل بیت پر لکھتے ہیں۔ اسلامی نظریات پر لکھتے ہیں۔ یوں لگتا ہے قدرت ان سے کوئی کام لے رہی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنی بہترین مصروفیت تلاش کر لی ہے۔ ان کی طبیعت میں بھی قدرتی طور پر عجز، سوز، گداز، کیف، والہانہ پن اور عشق در آیا ہے وہ ایک مٹے ہوئے انسان ہیں انہیں ذرا بھر بھی یہ زعم نہیں ہے کہ ان کے قلم سے اتنی کتب تخلیق ہو گئی ہیں۔ ورنہ یہاں لوگوں کو ایک کتاب لکھ کر اسے ہضم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جناب پروفیسر عبدالخالق توکلی کے ہاں اماموں سے عشق و عقیدت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنے عقیدت شعار اور مودت طراز قلم سے جو بھی لکھتے ہیں اس میں اماموں کا انتہائی احترام پایا جاتا ہے۔ جناب پروفیسر عبدالخلاق توکلی کی مساعی جلیلہ انتہائی لائق صد ستائش ہیں، ان کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں وہ تن تنہا ایسا کام کر رہے ہیں، جو بڑے بڑے اداروں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

پروفیسر روبینہ کوثر مغل
شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج
برائے خواتین فیصل آباد

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

جناب عبدالخالق توکلی کی کتاب محبت

جناب عبدالخالق توکلی نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد منقبت، سیرت اور سوانح نگاری کی طرف توجہ مبذول کی ہے اور اب ان کی زندگی کے شب و روز اسی کارِ جلیلہ میں گزرتے ہیں۔ وہ بہت نیک، پرہیزگار، متقی اور عابد و زاہد شب زندہ دار ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پرگداز دل عطا کیا ہے۔ جو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالا مال ہے۔ وہ ہر ایک لحہ مطالعۂ دین میں رہتے ہیں۔ ان کے قلم سے تخلیق پانے والی کتابیں جذب و کیف کا ایک سمندر اپنے اندر پنہاں رکھتی ہیں۔ ان کی کتب میں محبت ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے لے کر ان کی شہادت تک کے واقعات بڑی صحت کیساتھ لکھے ہیں انکے حوالہ جات بہت مستند ہیں۔ انہوں نے درجنوں کتابوں سے استفادہ کر کے اس کتاب کو تیار کیا ہے۔ ان کے ہاں محض تاریخ نگاری ہی نہیں ملتی بلکہ عقیدت اور محبت اور مؤدت ساتھ ساتھ ملتی ہے۔ جناب پروفیسر عبدالخالق توکلی نے نہایت عرق ریزی اور محنتِ شاقہ سے اس کتاب کی تخلیق ہے۔ ان کی کاوش لائق ستائش ہے۔ اس سے پہلے ان کی کتب بے مثل ولادت و سیرت طیبہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امہات المومنین رضی اللہ عنہن، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، چار جلدیں، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، گلشن محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہکتے پھول، نجوم ہدایت، مردوں کو زندوں کی ضرورت، شاہراہِ ہدایت، شاہراہِ طہارت، اربعین شریف، رضی اللہ عنہم و رضوعنہ، جملہ امراض کا اعلاج از قرآن و حدیث شامل ہیں، جبکہ کئی کتب زیرِ طبع ہیں، ان کے کتب کے عناوین سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے موضوعات کے اعتبار سے بھی تنوع ہے اور خیالات کے اعتبار سے بھی بہت ورائٹی ہے، لیکن ان کا مرکز و محور ایک ہی ہے وہ ہے ذاتِ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس ذات سے نسبت کے حوالے سے انہوں نے بہت کام کیا ہے، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حوالے سے بھی بہت اعلیٰ کام کیا ہے۔ ان کی مساعی لائق تحسین ہیں۔ ان کو جتنا بھی خراجِ تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ان کا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ کاوشیں قبول فرمائے اور انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ریاض احمد قادری
گورنمنٹ کالج سمن آباد، فیصل آباد

زمزمہ توحید

مالك الملك لاشريك لهٗ وحدهٗ لا الٰہ اِلّا ھُو

شمس تبریزیؒ گر خدا طلبی خوشی بخوان لا الٰہ اِلّا ھُو

(ماہنامہ سلسبیل لاہور 1964)

~~*~*~*

مولوی غلام رسول عالپوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف منظوم تفسیر سیدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام "قصص المحسنین" میں لکھتے ہیں:

عجز کمال خدا دی حمدوں ہر ذرہ اقراری
دم دم لکھ لکھ لوں لوں حمدوں تھی ایہ ناشکری گذاری
مردہ ہور زندہ دے وچہ جیڈک فرق جدائیاں
قالیاں حالیاں دے وچہ اینویں حذاں فرق لگائیاں
کھول اکھیں تد حال کیائی دیکھ ذرا کت آئیوں
کس گھلیوں کت کارے آئیوں تے کی پاس لیائیوں

~~*~*~*

جناب مجذوب صاحب کا کلام:

شان تیری ہر آن نئی ہے گاہ جمالی گاہ جلالی
وہ بھی عجب خوش بخت ہے جس نے قلب میں تیری یاد بسالی
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہے اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

(ماہنامہ سلسبیل لاہور، اکتوبر 1963)

~~*~*~*

نعت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعلیٰ مقام میں ملائکہ قضا وقدر کی قلموں کی آواز سنی۔ کائناتِ ارضی کے حجر وشجر نے آپ ہی کی ذاتِ گرامی پر صلواۃ وسلام پیش کیا۔ استن حنانہ آپ کے فراق میں رویا۔ آپ ہی کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی بہا۔ پنگھوڑے میں آپ سے چاند پیاری پیاری باتیں کرتا۔ آپ کی دعوت پر دروازوں کی چوکھٹیں اور مکان کی دیواریں ایمان لائیں۔

(خصائص الکبریٰ از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ از خواجہ صدیق احمد ہاشمی سیدولی رحمۃ اللہ علیہ)

خواجہ رفیع الدین معظم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے چند پسندیدہ نعتیہ اشعار:

اے خونبہائے نافہ چیں خاکِ راہِ تو
خورشید سایہ پرور طرف کلاہ تو

ترجمہ: اے وہ کہ تیرے راستہ کی خاکِ چین کے نافہ کا خون بہا ہے۔ سورج تیری ٹوپی کے گوشہ کے سایہ کا پروردہ ہے۔

بیانِ وصفِ تو گفتن نہ حد امکان ست
چرا کہ وصفِ تو بیرون زحد اوصاف ست

ترجمہ: تیرے وصف کا بیان کرنا امکان کی حد سے باہر ہے۔ اس لیے کہ تیرے اوصاف بیان کی حد سے باہر ہیں۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم
خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گُل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

منقبت حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

خدا کا شکر ان پر در کھلا خالق کی رحمت کا
ملا رتبہ خدا سے آپ رضی اللہ عنہ کو جگ میں امامت کا
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ہیں علی علیہ السلام کے بھی وہ پیارے ہیں
ملا خالق سے ہے تحفہ انہیں ابدی شہادت کا
رسولِ حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادے ہیں، پیارے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہیں
ملا حسب و نسب ہے آپ کو اعلیٰ نجابت کا
ہوا ہے ان کے دم سے عشق کا رتبہ بہت اعلیٰ
زمانہ آج بھی قائل ہے مولا کی صداقت کا
قسم رب کی جھکو گے آپ کے در پر محبت سے
نظر سے اٹھ گیا پردہ کبھی ان کی حقیقت کا
رہے سرشارِ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر بھر مولا
ملا ان سے سبق ہم کو بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا
خدا کا شکر ہم ہیں آپ کے ادنیٰ غلاموں میں
ملا ہم کو بھی رتبہ آپ ہی کے در سے نسبت کا
ریاضؔ احمد لکھو جو بھی وہ کم ہے ان کی مدحت میں
رہے گا تا ابد فیضان یہ جاری مودت کا

(پروفیسر ریاض قادری)

منقبت حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

لختِ دل بتول ہے سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ
اک ضابطہ حیات کا زریں اصول حسن رضی اللہ عنہ
سرخیلِ ساکنانِ ارم فخر افتخار
گلزارِ کائنات کا رخشندہ پھول حسن رضی اللہ عنہ
حاصل تھی کھیلنے کو تجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود
عفت مآب مادرِ مشفق بتول حسن رضی اللہ عنہ
طیب نگاہ حلم، شرافت کا پاسدار
تھا تیرا بچپنے سے مربی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ
حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زہد عبادت ترا عمل
صحفِ حیات کے ترے افضل اصول حسن
مقبول بارگاہِ رسالت میں ہے وہ شخص
جس کا لباس ہے ترے قدموں کی دھول حسن رضی اللہ عنہ
جھکتی چلی گئی ہے عقیدت کے ساتھ کلک
تیری جو منقبت کا ہوا ہے نزول حسن رضی اللہ عنہ
اطہر نے منقبت تری کہہ دی ہے ادب کے ساتھ
نگہہ کرم سے کیجئے للہ قبول حسن رضی اللہ عنہ

(پروفیسر حکیم محمد رمضان اطہر، فیصل آبادی)

متعلقہ اہل بیت نبوت

1) تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

2) وہی ہے راہ تیرے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہؓ و فاطمہؓ کے نقشِ قدم

(ماہنامہ بناتِ عائشہؓ کراچی)

3) **پیاری دعا:** اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّہٖ وَحُبِّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

4) امہات المومنینؓ، امامین شہیدینؓ، ان کے ابوینؓ کی محبت عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔
ان کے فضائل یاد رکھنا بیان کرنا اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ہے۔

(قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

5) قطب نجات عارفِ ذات افضل ہدایت
حیدرؓ بہارِ گلشنِ آلِ محمد است

6) نفسِ بسیط پیکر عصمت روانِ صرف
زہراؓ فروغ بزمِ جمالِ محمد است

(صرف بمعنی خالص)

7) ابرِ کرم امام امم احسن اشیم
حُسنِ حسنؓ شبیہ و مثالِ محمد است

8) جاندادۂ رضائے خدا تشنہ لب حسینؓ
روزِ جزا قسیم زلالِ محمد است

9) لب تشنگی و بیکسی و شکر ایزدی
بنگر چہ استقامت آلِ محمد است

10) تطہیر شان ز آیۂ تطہیر آشکار
قرآن گواہِ عصمتِ آلِ محمد است
(صاحبزادہ نصیر الدین گولڑہ شریف، بحوالہ ماہنامہ نور اسلام، جون 2000ء)

11) بتول و فاطمہ و زہرا لقب اس واسطے پایا
دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

12) مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

13) ''اہل بیت'' کی نافرمانی اور بے ادبی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔
(شرح مشکوٰۃ، مراۃ جلد ہشتم)

14) حدیث شریف: ''میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی سے ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا۔''

15) منزلِ مقصود سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ یہ ہے کہ حب اہل بیت کی کشتی پر سوار ہو جاؤ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انوار سے رہنمائی حاصل کرو۔'' (کوثر الخیرات)

16) کتاب شفا شریف مؤلف قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:
''حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی آل اولاد ازواج سے نیکی کی جائے۔ اولادِ علیؓ، اولادِ جعفرؓ، اولادِ عقیلؓ، اولادِ عباسؓ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔''

17) جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے سید زادے کو کشتی میں جتا دیا۔ حضور قاسمِ خزائن اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنید کو امام الاولیا بنا دیا۔ (شفا شریف)

18) ازواجؓ، آلؓ، اہل بیتؓ، اصحابؓ کی توہین حرام ہے۔ ان میں نقص نکالنا حرام ہے۔ ایسی حرکت کرنے والا ملعون ہے۔ ان کو تکلیف پہنچانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ یہ امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔(بحوالہ کتاب الشفاء شریف)

19) قرآن الحکیم میں ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(پارہ 25، سورۃ الشوریٰ)

ترجمہ: فرمادو میں تبلیغ کے بدلے کوئی اجرت نہیں مانگتا بلکہ میں تم سے اپنے قرابت داروں کی محبت مانگتا ہوں۔

20) حدیث شریف کا مفہوم: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرے گا وہ شہید ہوگا، بخشا ہوا مرے گا اہل بیت سے محبت علم وحکمت و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔(کتاب الشفاء)

21) سلام اس پر وہ جس کی آل میں شوقِ شہادت تھا
سلام اُن پر وہ جن کے واسطے مرنا عبادت تھا

(حافظ لدھیانوی مرحوم)

22) مٹاد اپنی ہستی کو اگر تو مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

23) اُسے دیتا ہے دریا آج بھی درمیان سے رستہ
ہو جس کے بازوؤں میں قوتِ ضربِ کلیمانہ
ضرورت ہے پھر کوئی موسیٰ دریا شگاف آئے
ابھی فرعون زندہ ہے عبورِ نیل باقی ہے

24) خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

محمدؐ گل است و علیؓ برگِ گل — بود فاطمہؓ درمیاں بوئے گل
چو عطرش بر آمد حسینؓ و حسنؓ — ازان شد معطر زمین و زمن

25) مولانا جامی قدس سرہ العزیز دعا مانگتے رہے:

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ — کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
گر دعوتم رد کنی در قبول — من و دست و دامانِ آل رسول

اسے بھی ضرور پڑھئے!

''اس بیان میں کہ پرائے پتھروں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی اور اِسم گرامی کندہ پایا گیا۔''

(بحوالہ خصائص الکبریٰ مؤلف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم حضرت صدیق احمد ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ)

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الطیب عبدالمنعم بن غلبون المقری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔ جب عموریہ فتح ہوا تو عموریہ کے ایک گرجے پر آبِ زر سے یہ عبارت کندہ تھی۔ بدترین خلف وہ ہیں جو سلف پر سب وشتم کریں، حالانکہ ان کے سلف کا ایک آدمی ہزار خلف سے بہتر ہوگا۔ اے غاروالے! تو نے قابلِ فخر عزت پائی اور فخر بجا ہے جبکہ تیری تعریف اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں کی جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ﴾

اے عمر رضی اللہ عنہ! تو صرف حاکم نہ تھا بلکہ شفقت کے لحاظ سے والد تھا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! لوگوں نے آپ کو مظلومی کی حالت میں مارا اور انہوں نے آپ کو قبر میں دفن کرتے وقت زیارت بھی نہ کرائی اور تم اے علی رضی اللہ عنہ! امام الاولیاء ہو تم وہ ہو جس نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے کفار کو ہٹایا تھا۔ پس یہ صاحب غار میں جو یگانہ روزگار ہیں اور یہ شہریوں کی فریادرس ہیں۔ اور یہ امام الاولیاء ہیں جو کوئی ان کی تنقیص کرے گا اس پر خدا کی پھٹکار ہوگی۔ راوی کہتا ہے میں نے اس گرجے کے پادری کو کہا جس کے بڑھاپے کی وجہ سے بھویں آنکھوں پر الٹ آئی تھیں کتنی مدت سے یہ الفاظ تمہارے گرجے کے دروازے پر لکھے ہیں۔ اس نے کہا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے دو ہزار سال پہلے۔ ابو محمد جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے امامیہ میں یحییٰ بن یمان رحمۃ اللہ علیہ

سے بیان کیا ہے: انہوں نے کہا مجھے بنی سلیم کی مسجد کے امام نے بتایا کہ ہمارے مشائخ نے رومیوں سے جب جہاد کیا تو انہوں نے وہاں کے ایک گرجہ میں یہ شعر لکھا ہوا پایا

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا

شفاعت جدہ یوم الحساب

ترجمہ: کیا وہ جماعت جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان کے نانا کی شفاعت کی امید قیامت کو کرسکتی ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے اس گرجا کی تحریر کو کتنی مدت ہوئی۔ انہوں نے کہا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے چھ سو سال پہلے۔

اہل بیتؓ اور امام اعظمؒ تابعی

امام اعظم امام الائمہ، سراج الامت، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی ولادت 77 ہجری ابن خلکان کے مطابق 80ھ علامہ عبدالقادر مصری نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں آئے۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے دعائے خیر فرمائی۔ وطن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوفہ۔ کوفہ میں 300 صحابہ کرام رضوانؓ اور سترہ اصحاب بدرؓ آئے۔ کل ایک ہزار صحابہؓ یہاں رہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ رمضان شریف میں 60 قرآن حکیم ختم کرتے۔ جس جگہ وصال ہوا وہاں 70 ہزار بار قرآن مجید ختم کیا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آل نبی میرا ذریعہ ہے اور وسیلہ ہے۔''

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں اہل بیت اطہار کا فیضان موجزن تھا...... آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں پر عمل کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے بہت عقیدرت رکھتے تھے۔ امام ابن البر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم کے اساتذہ میں سرفہرست امام محمد باقر ہی رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام الطریقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ طریقت

میں آپ رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ ایک عرصے تک ان کے حلقہ تدریس میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے اگر دو سال امام جعفر صادق کی صحبت میں نہ گذرتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا۔ (اسلامی تصوف، مصنف قبلہ ام خواجہ صدیق احمد سیدوی رحمۃ اللہ علیہ۔ راقم)

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد: امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ ساتویں امام ہیں، آپ رضی اللہ عنہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت فرمایا کرتے تھے۔

امام اعظم حضرت زید بن علی بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ (ماخوذ، مفہوم: از اہل بیت رضی اللہ عنہم اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے، ناشر مکتبہ جمال کرم، دربار مارکیٹ، لاہور۔ 2002ء)

بیانِ دگر بابت ساداتِ کرام

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشق اہلبیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے دامن ظلِ حیدرؓ مجھے

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہراؓ ہے کلی جس کی حسینؓ اور حسنؓ پھول

~~*~*~*~*

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی
پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

آ دکھاؤں پھر تجھے میں عز و شانِ اہل بیت
خاندانِ مصطفےٰ ہے خاندانِ اہل بیت
اس کی خوشبو اور ہے اس کی خوشبو اور
سارے عالم سے جدا ہے بوستانِ اہل بیت

(حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک کرامت:

ایک نصیب نے حسد و بغض کی وجہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبرانور کے قریب پاخانہ کر دیا وہ پاگل ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکتا پھرتا رہا۔ مر گیا۔ وہ اپنی قبر میں سے کتے کی طرح بھونکتا سنا جاتا رہا۔ جناب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ (تنویر الازہار)

(ماخوذ توقیر سادات، الحاج علامہ طفیل احمد ہجویری قادری، آزاد کشمیر، بزم ہجویریہ برطانیہ 2005ء)

شجرہ حسب ونسب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

سیدنا اوّل الانبیاء سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوجان سیدنا عبداللہ ملقب بہ ذبیح اللہ علیہ السلام اور حقیقی شفیق ومہربان چچا حضرت ابوطالب کا شجرہ نسب ایک ہی ہے۔ راقم ناکارہ اپنی تالیف ذکر خیر۔ ''بے مثل ولادت وسیرت طیبہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم'' ابواب ۱۲۔ صفحات ۵۲۰ میں شجرۂ عالیہ تفصیلاً لکھ چکا ہے۔ یہاں مختصراً خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے داداجان جناب ابوطالب۔

نمبر شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
1	سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (والد ماجد امام حسن رضی اللہ عنہ)	سیدہ فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا (والدہ ماجدہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ)	سیدنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ امی جان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پدر ذی شانِ مثل)۔ (خاتونِ جنت کی امی جان اور ابوجان کے اسمائے گرامی لکھے ہیں)
2	جناب ابوطالب (خاوند)	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (زوجہ)	ام۔ .... اب۔ اسد
3	جناب عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	فاطمہ رضی اللہ عنہا	ام۔ صخرہ بنت عبد۔ اب۔ عمر بن عائذ
4	جناب ہاشم رضی اللہ عنہ	سلمیٰ رضی اللہ عنہا	ام۔ عمیرہ اب۔ عمرو بن زید
5	عبد مناف رضی اللہ عنہ	عاتکہ رضی اللہ عنہا	ام۔ مادیہ (صفیہ) اب۔ مرّہ
6	قصی رضی اللہ عنہ	حُبّی	ام۔ ہند اب۔ سعد
7	کلاب رضی اللہ عنہ	فاطمہ رضی اللہ عنہا	ام۔ ظریفیہ اب۔ سعد

8	مرۃ ؓ	ہند رضی اللہ عنہا	ام۔ امامہ اب۔ سریر
9	کعب رضی اللہ عنہ	مخشیہ رضی اللہ عنہا	ام۔ وشیہ اب۔ شیبانی
10	لؤی	ماویہ رضی اللہ عنہا	ام۔ عاتکہ اب۔ کعب
11	غالب رضی اللہ عنہ	عاتکہ رضی اللہ عنہا	ام۔ انیسہ اب۔ یخلد
12	فہر الملقب بہ قریش رضی اللہ عنہ	لیلےٰ رضی اللہ عنہا	ام۔ سلمیٰ اب۔ حارث
13	مالک رضی اللہ عنہ	جندلہ رضی اللہ عنہا	ام۔ ہند اب۔ عامر
14	نضر رضی اللہ عنہ	عکرشہ رضی اللہ عنہا	ام...... اب۔ عدنان
15	کنانہ رضی اللہ عنہ	برہ	ام...... اب۔ مر
16	خزیمہ رضی اللہ عنہ	عوانہ۔ ہند رضی اللہ عنہا	ام۔ وعد اب۔ سعد
17	مدرکہ رضی اللہ عنہ	سلمی رضی اللہ عنہا	ام...... اب۔ اسلم
18	الیاس رضی اللہ عنہ	لیلیٰ رضی اللہ عنہا (خندف)	ام۔ ضریہ اب۔ حلوان
19	مضر رضی اللہ عنہ	رباب رضی اللہ عنہا	ام...... اب۔ حیدہ
20	نیزار رضی اللہ عنہ	سودہ رضی اللہ عنہا	ام......اب: عک
21	معد رضی اللہ عنہ	معانہ رضی اللہ عنہا	ام......اب۔ جوثعم
22	عدنان رضی اللہ عنہ	مہدد رضی اللہ عنہا	ام......اب۔ لہم

آگے نسب نامہ تا سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور پھر سیدنا ابوالبشر آدم علی نبینا علیہ السلام الراقم نے ذکر خیر 1 میں لکھا ہے اور سیدنا عدنان رضی اللہ عنہ تک تمام بزرگوں کے حالات فضائل بھی قلمبند کیے ہیں۔ جناب عدنان تک شجرہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ دنیا میں کسی عظیم بادشاہ کا بھی سلسلہ خاندان اس وضاحت کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔

حضرت جناب حضور امام حسن رضی اللہ عنہ امام ثانی ہیں۔ پہلے امام سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم ہیں۔ یہ آئمہ طریقت ہیں۔ ماضی اور حال کی کتب سے بارہ آئمہ طریقت رضی اللہ عنہم کا بیان

ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا:

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدنا فاطمہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا۔ آپ کا تفصیلی ذکر جمیل ذکر خبیر (۲) امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں بندۂ پر تقصیر نے لکھا ہے یہاں صرف چند بے ربطی سی سطور برائے حصول نجات اخروی پیش خدمت ہیں:

بتول فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

سیدہ خاتون جنت سر مبارک سے پاؤں مبارک تک ہمشکل مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام تھیں آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور نور علیٰ سراجا منیرا نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ حضرت احمد یار خان گجراتی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کو دیکھا

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو آتے دیکھتے تو خوشی سے کھڑے ہو جاتے آپ کی پیشانی مبارک اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اور اپنی جگہ بٹھا لیتے تھے۔

آپ بمطابق بخاری شریف مسلم شریف ''سَیِّدَۃَ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ'' ہیں ''فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ'' جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

''یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا''

''جو چیز انہیں پریشان کرے مجھے پریشان کرتی ہے۔''

''یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا''

''جو انہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

سیدہ زہرا طیبہ طاہرہ۔ جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

لاہوری درویش علامہ اقبال قدس سرّہ سیدنا مریم علیہا السلام اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام کا موازنہ یوں بیان کرتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو صرف عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے نسبت ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تین نسبتیں حاصل ہیں۔

نورِ چشم رحمۃ للعلمین　　　آں امام اولین و آخرین

بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ　　　مرتضےٰ مشکل کشا شیرِ خدا

مادر آں مرکز پرکار عشق　　　مادر آں قافلہ سالار عشق

ایک واقعہ بابت زہد، تقویٰ، قناعت، صبر وتحمل پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے حسین تذکرہ کو ختم کیا جاتا ہے (ایسے بے شمار واقعات ہیں)

آپ مسجد نبوی میں تشریف لائیں، روٹی کا ایک ٹکڑا سید الکل مختار کل حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی، بچوں کو کھلائی، خیال آیا چوداں طبقوں کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کھلا دوں۔ تین روز فاقہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹکڑا تناول فرمالیا۔ اور فرمایا کہ یہ پہلا ٹکڑا ہے، جو تیرے باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ میں چار دنوں کے بعد پہنچا ہے

والدگرامی:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کا نورانی بیان راقم نے بعنوان ,,سیرت طیبہ، حضرت علی المرتضیٰ'' لکھا ہے جسے ادارہ زاویہ پبلشر لاہور شائع کر رہا ہے۔ یہاں برائے حصول فیوض وبرکات دائمی صرف چند سطور عرض کی جاتی ہیں۔

اصل　نسل　صفا　وجہ　وصلِ　خدا

بابِ　فصلِ　ولایت　پہ　لاکھوں　سلام

۲) سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا تھا، یہ ایسی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے کفن میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا شریف عطا

فرمایا اور جب آپ رضی اللہ عنہا کو لحد میں اتارا گیا تو رحمت دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ لحد میں لیٹ گئے۔ راقم نے مزار سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی زیارت کی ہے۔ جو کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع شریف میں ہے۔

۳) شب ہجرت مدینہ منورہ حضور پُر نور علیہ الصلوۃ والسلام کے بستر مبارک پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا لیٹنا نہایت بے مثل جانثاری ہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنا قتل ہونا پسند فرمایا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو گئے۔ اس خصوصی کارنامے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے سامنے فرمایا۔ سبحان اللہ! کیسا بے مثل ایثار۔

۴) آپ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں قرآن مجید میں قریباً تین سو آیات ہیں، اور اسی طرح بے شمار احادیث مبارکہ ذکر جمیل علی شیر خدا رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔

۵) حدیث شریف میں ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت آتش جہنم سے رہائی ہے'' یہاں راقم بہانگ دہل عرض کرتا ہے...... جہنم سے اس شخص کی رہائی ہے جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ نہ کہا ہو۔ کیونکہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب شدگان ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی گمان بد رکھنا اخروی خسارہ کا موجب ہے۔

۶) آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے بارے میں اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پر توِ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

۷) آپ بعض اوقات بایں کلمات دعا مانگا کرتے تھے۔ یا کاف ہا یا عین ص مجھے بخش دے۔ یا کٓھٰیٰعٓصٓ۔ اِغْفِرْلِیْ۔

۸) سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ذیشان ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۹) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے مشیر اور وزیر نہ ہوتے تو

عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

۱۰) جنگ میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں جانب ہوتے تھے۔

گناہوں کی معافی کا نسخہ:

۱۱) حضرت مولائے کائنات اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔''جب کسی بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ وضو کرے نماز پڑھے گناہ کی معافی چاہے، اللہ اس کا گناہ ضرور بخش دیتا ہے۔''

وہ باب علم وزور دست وبازوئے محمد تھے
وہ شاہ ذوالفقار وپیشوائے انس وجان ٹھہرے

ارشاد گرامی آنجناب علی رضی اللہ عنہ: اگر سربلندی چاہتے ہو تو رات ذکر الٰہی میں بسر کرو۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے دادا جان: دادا جان کا اسم گرامی جناب ابو طالب ہے اصل نام عبد مناف ہے مگر کنیت نام پر غالب آ گئی تھی۔ ان کو شفیع معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت تھی۔ تادم زیست یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصر وفدائی رہے، ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں۔ بیٹوں کے نام حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، طالب، بیٹیوں کے نام ام ہانی رضی اللہ عنہا اور جمانہ رضی اللہ عنہا۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے نانا جان حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناکارہ کیا لکھے! جبکہ اللہ رب العلمین ہمیشہ سے ہمیشہ تک، ازل تا ابد اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح فرما رہا ہے، اغیار کی زبان اور قلم سے بھی جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات بیان ہو رہی ہیں۔ اپنوں نے یا ماننے والوں نے تو نعت لکھنے اور پڑھنے کا مداومت واستمرار کے ساتھ معمول رکھنا ہی ہوتا ہے۔ اس بارے میں راقم تنگِ خلائق ہیچمدان کی کتاب ذکر خیر (۱) المعروف بہ بے مثل ولایت وسیرت طیبہ ضخامت 520 صفحات

ابواب 12 کا مطالعہ ضرور فرمائیے گا۔ کیونکہ شہنشاہ دو عالم نور مجسم رسول معظم نبی اکرم حبیب محتشم نبی الانبیاء اول الانبیا، امام لانبیاء، باعث تخلیق کائنات، فخر موجودات، اصل کل، مختار کل، شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین دلیل المتحیرین غیاث المستغیثین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں چند جملے لکھنا یا پڑھنا اخروی نجات کا موجب ہے۔ بندہ پر تقصیر نعتیہ اشعار پر اس عنوان کا خاتمہ کرنے کی اجازت چاہتا ہے:

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

(امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ)

سیّد و سرور محمد نُورِ جان
بهتر و مهتر شفیع مجرمان

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

توئی سلطان عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
زِ روئے لطف سوئے من نظر کن

(جامی رحمۃ اللہ علیہ)

دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
قائم ہے تیری ذات سے سارا نظامِ کائنات

(ایک ہندو شاعر)

جدھر خدا ہے اُدھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی سب اُدھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوں گے

(حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ)

کونین دے اک اک ذرے تے ہے قبضہ مدینے والے کا
جس پاسے محمد ہو جاوے اس پاسے خدا ہو جاندا اے

غالبؔ ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

محمد سِرِّ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

یہاں بندۂ ناچیز یہ عرض کرتا ہے:
بطحی نگر دے میں جاواں صدقے جتھے بکریاں یار چرائیاں
پلکاں نال میں دیواں جھاڑو جتھے تلیاں پاک لگائیاں

راقمؔ کی التجا:۔
ان لوگوں میں لکھ لے نام میرا
جن لوگوں پہ ہے انعام تیرا

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نانی جان رضی اللہ عنہا:

نانی جان کا اسم گرامی حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ سب سے اولین ام المومنین، طاہرہ طیبہ عابدہ، زاہدہ راکعہ ساجدہ صابرہ شاکرہ غمخوار وغمگسار پارسا، بے مثل رفیقہ حیات، عرب کی شہزادی، پھر دین اسلام کی شہزادی، احادیث صحیحہ میں آپ کی شان وفضیلت کا بیان از زبان مبارک حضور علیہ الصلوۃ والسلام جسے کن کی کنجی کہا گیا ہے، اور جس کا فرمایا ہوا اللہ کا فرمودہ ہوتا ہے۔ گفتہ اُو گفتہ اللہ بود۔ موجود ہے۔

(سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کا ذکر خیر الراقم نے اپنی تالیف ذکر خیر (۲) میں لکھا ہے جسے ادارہ زادیہ پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے۔ صفحات 370 قریباً۔)

بے مثل ولادت طیبہ بچپن اور تعلیم وتربیت: حضرت حسن رضی اللہ عنہ

15 رمضان المبارک 3ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، (یکم اپریل 625) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کی بجائے شعبان کو زیادہ صحیح تسلیم کیا ہے۔ قرائن وشواہد سے یہ بھی پتہ چلتا

ہے کہ ولادت 7ھ میں ہوئی۔ ابن قتیبہ نے ولادت کا سن 6ھ لکھا ہے۔ شیعہ حضرات کی روایات کے مطابق ولادت غزوۂ خیبر کے بعد ہے۔ ہمارے پاس راجح قول یہی ہے کہ ولادت رمضان المبارک 3ھ میں ہوئی۔ بعض نے 2ھ اور 4ھ بھی لکھا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینا بھی اسلام میں مستحب ہے، حضور رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے نوزائیدہ بچے کو کھجور اپنے منہ میں چبا کر گھٹی دی۔ اور خود نام رکھا عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے ہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں لے کر چبائیں۔ پھر اپنا لعاب دھن بچے کے منہ میں ڈالا۔ (مسلم شریف حدیث5498تا 550)

عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے گئے۔ (نسائی شریف)

ایک میڈھا ذبح فرمایا گیا۔ (ابوداؤد)

''فرمایا: ہارون علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام شبر تھا جس کا عربی ترجمہ ''حسن ہے۔ میرے بیٹے کا نام یہی ہوگا۔ ایک بیٹے کا نام شبیر تھا جس کا ترجمہ حسین ہے۔''

دائیہ کا نام سودہ۔ حضور سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ تو مولود کو اٹھایا، کان میں اذان کہی، بائیں کان میں اقامت لعاب دہن چٹایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نام حرب رکھنا چاہا مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نام حسن رکھا۔ کنیت ابومحمد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے صاحبزادے، محمد نام کا آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ لقب ریحانۃ النبی تھا (ریحانِ رسول اور سبط)۔ شکل وصورت میں حضور نور علی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنا دودھ پلایا، پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کیا گیا پھر سر کے بال اتارے گئے۔ بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔ بچپن کا بیشتر حصہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان اور والدہ محترمہ کی صفات حمیدہ اور خصائل جمیلہ کا وافر حصہ حاصل کر لیا۔ فصاحت، قوت، حلم و بردباری، سیرت و کردار، عفو و درگزر اور جود و سخا جیسی عظیم خوبیوں کے وارث بنے۔ قرآن مجید اور تفسیر کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کئی کبائر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔ روایات حدیث کو بھی نقل فرمایا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بچپن میں علمی مشغلہ:

سید السادات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان ۳ھ میں ہے، اس اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی، سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو لیکن اس کے باوجود احادیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں، ابو الحوراء رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص ہیں انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا، میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ (ہاہا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بتلائی تھی۔ آپ کی چھوٹی عمر مگر خوبیوں کا کیا کہنا!

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت بخشی تو میرے کاموں کا متولی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تم نے مقدر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا کہ تو تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے۔ تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے، وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کئی حج پیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے ملوں اور اس کے گھر پاؤں سے چل کر نہ گیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار، مسند احمد میں متعدد روایات ان سے نقل کی گئی ہیں، اور صاحب تلقیح نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کو ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی اس وقت اتنی احادیث یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔ (فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم)

''بیان حضرت سید عثمان علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کشف المحجوب'' امام حسن رضی اللہ عنہ سیرتنا، عملاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے، جو کہ ازلی طہارت و تقدس سے مخصوص ہے، ہر ایک کو تصوف و حقیقت کے معانی میں، کامل دسترس تھی اور سب کے سب اس طائفہ کے امام و پیشوا تھے اور میں ان میں سے ایک گروہ کا احوال تحریر کروں گا ان میں سے ایک تو ابو محمد حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں تصوف و معرفت کے حقائق میں حظ وافر حاصل تھا۔ آپ کی طرف سے تاکید خاص ہے کہ عَلَیْکُمْ بحفظِ السَّرائر فَاِنَّ اللّٰہَ مَطلعٌ علی الضمائر یعنی تم اپنے بھیدوں کو پوشیدہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ضمیر کے تمام پوشیدہ بھیدوں سے واقف ہے، اور مذکور ہے کہ جب قدریوں نے غلبہ حاصل کیا اور معتزلہ کا مذہب دنیا میں بہت پھیل گیا تو اس وقت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا، جس کا مضمون لفظ بلفظ یہ ہے ،اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے اور ان کی آنکھوں کے نور، آپ پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپ سب کے سب بنی ہاشم ان کشتیوں کی مثال ہو، جو نہایت گہرے دریا میں چل رہی ہوں، اور چمکنے والے ستارے، اور ہدایت کے جھنڈے اور دین کے امام و پیشوا ہو، جو شخص آپ کی اقتدا اور فرمانبرداری کرے گا، نجات پائے گا جیسا کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں جتنے بھی مومن سوار ہو گئے ان کو نجات ہو گئی تھی۔

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم بیٹے آپ ہمارے اس تحیر و اضطراب کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو ہمیں عقیدہ قدریہ اور عقیدہ اختیار و استطاعت و اختلاف کے باعث لاحق ہو رہا

ہے، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اس موضوع پر آپ کی رائے اور روش کیا ہے، آپ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں، اور آپ کا ٹھوس اور حقیقت رس علم کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ آپ کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تفہیم پر مبنی ہے، اور آپ کا محافظ و مددگار بھی وہی ہے، اور آپ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے مخلوقات کے محافظ اور عملی روحانی رہنما ہیں'' اور جب یہ نامہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

آپ نے اپنی حیرت و اضطراب اور ہماری امت کے متعلق جبریہ اور قدریہ مسئلہ پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں میری پختہ رائے یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی اور برائی کا مقدر ہونا تسلیم نہیں کرتے وہ کافر ہیں، جو لوگ گناہوں اور نافرمانیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ بھی فاسق و فاجر اور گمراہ ہیں، اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعمال میں جس قدر بھی توفیق ملی ہے اس کے مطابق ہی عمل میں اختیار دیا گیا ہے، اور ہمارا مذہب تو قدر و جبر کے درمیان ہے۔ اور اے طالب صادق، میں نے نامے اس لیے تحریر کیے ہیں کہ اس موضوع پر تجھے معلومات حاصل ہو اور یہ تحریر بہت عمدہ ہے اس نامہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حقائق واصول کے علم میں اتنے بلند درجہ پر تھے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جیسے حضرات علم میں کامل ہونے کے باوجود، ان سے اختلافی مسائل کے متعلق استفسار کرتے تھے اور حکایات میں لکھا پایا ہے کہ ایک اعرابی جنگل سے آیا اور حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اپنے مکان کے دروازے پر جو کہ کوفہ میں تھا تشریف فرما تھے، اس اعرابی نے آتے ہی آپ کو ماں باپ کی گالیاں دینا شروع کیں، آپ نے فرمایا: اے اعرابی! تجھے بھوک پیاس لگی ہے، یا کسی اور تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہے، مجھے بتا تاکہ میں تیری چارہ جوئی کروں، لیکن وہ بددی بار بار یہی کہتا تھا کہ تو ایسا اور تیرے ماں باپ ایسے تھے، امام حسن رضی اللہ عنہ نے غلام کو فرمایا اس اعرابی کو روپوں کا وہ بدرہ لا کر دے دو، اور ساتھ ہی فرمایا کہ اے اعرابی! مجھے معذور تصور کر کہ میرے گھر میں اس کے سوا اور کوئی روپیہ موجود نہیں، ورنہ میں تجھ سے دریغ نہ رکھتا، جب اعرابی نے یہ الفاظ سنے تو بے اختیار پکار اٹھا، اَشْهَدُ اَنَّكَ ابن رَسُوْلُ اللّٰه یعنی میں پورے خلوص سے گواہی دیتا ہوں کہ تو محض جسمانی طور

پر نہیں، بلکہ سیرتاً اور عملاً بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے اور میں تو یہاں تیرے علم وفہم کی آزمائش کے لیے آیا تھا، اور ظاہر ہے کہ برگزیدہ صفت صرف اولیاء اللہ اور سچے محبان خدا کی ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مخلوقات کا انہیں بھلا برا کہنا یکساں ہوتا ہے، اور ان کے برا کہنے سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتے۔

واقعہ مباہلہ:

اس واقعہ سے جن نورانی ہستیوں کی شان عیاں ہے، ان میں حضور امام حسن علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ سورت آل عمران کی آیت 61

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○

ترجمہ: تو آپ کہہ دیجیے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی، پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر۔

پس منظر، شان نزول (سورۂ آل عمران):

اس سورۃ میں عیسائیوں کے عقاید کی درستی کی طرف توجہ دی گئی ہے، نجران کے عیسائیوں کے علماء امراء کا ایک وفد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، اور اپنے عقاید سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کیا، اسی دوران سورۃ آل عمران کی پہلی (80) اَسّی سے کچھ زیادہ آیات نازل ہوئیں، نبی نجران کے وفد کے تمام شکوک کا جواب دے دیا گیا۔ روشن دلائل دئے گئے، انہوں نے پھر بھی دعوت توحید کو قبول نہ کیا اور اپنے عقیدہ تثلیث پر جمے رہے تو ان پر حجت قائم کرنے کے لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مباہلہ کا حکم دیا۔ مباہلہ: فریقین نہایت عاجزی سے اللہ کے دربار میں دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو، چنانچہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے، امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگلی سے پکڑے تشریف لائے، اور آپ کے پیچھے سیدہ فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا اور ان کے پیچھے شیر خدا علی

المرتضی رضی اللہ عنہ آ رہے تھے، آپ نے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دے دی تھی انہوں نے منظور کر لی تھی۔ لیکن جب انہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے سردار سینیئر پادری نے کہا اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا، چنانچہ مشورہ کے لیے مہلت طلب کی اور دوسرے روز مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کر لی یہ واقعہ ۱۰ھ میں پیش آیا۔

بعض حضرات نے اس واقعہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صرف ایک ہی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں ورنہ دوسری صاحبزادیاں بھی مباہلہ میں آتیں، اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ کی تمام معتبر کتب میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں لیکن اس واقعہ سے قبل انتقال فرما چکی تھیں، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے 2ھ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے 8ھ میں اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے 9ھ میں وصال فرمایا۔ اور مباہلہ کا واقعہ 10ھ میں پیش آیا۔ قرآن وحدیث سے بھی ظاہر ہے کہ چار صاحبزادیاں تھیں۔

آیت میں کلمہ اَنْفُسَنَا سے بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے انفسنا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، یعنی آپ نفس رسول ہیں، گویا آپ رسول جیسے ہیں، تو جب آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے برابر ہو گئے تو پھر کوئی خلافت کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے؟۔

اس کا جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار ابناءنا میں ہے، آپ رضی اللہ عنہ داماد تھے، داماد بیٹا ہوتا ہے، اگر انفسنا ہی میں سمجھیں تو عینیت اور مساوات کیسے؟ یہ لفظ ان لوگوں کے لیے بھی مستعمل ہے جو قریبی رشتہ دار، دینی، قومی بھائی ہوں، بحوالہ قرآن مجید (کئی آیات)

نوٹ: راقم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر اور اعتراضات کا جواب اپنی کتاب ذکر خیر نمبر 2 ''امہات المومنین رضی اللہ عنھن'' میں تفصیلاً عرض کیا ہے، تفسیر نعیمی جلد سوم میں بھی بہت نفیس بیان ہے:

حضرت نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نجران کے سب سے بڑے نصرانی

عالم نے جب نفوس قدسیہ کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ: میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے ان سے مباہلہ نہ کرنا، ہلاک ہو جاؤ گے، اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔

حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب ہی آچکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا۔ اہل نجران سے پرندے وغیرہ ختم ہو جاتے اور ایک سال میں تمام دنیا کے نصرانی ہلاک ہو جاتے۔

سیدنا امام حسن علیہ السلام اور بے مثل دور خلافت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

سیدنا فاطمہ زہرا بتول خاتون جنت سلام علیہا کی وصیت کے مطابق سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدنا امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا: یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی بہن سیدہ زینب کی لخت جگر (بیٹی) تھیں۔ جناب امامہ رضی اللہ عنہا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ پھر سوتیلی والدہ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے دونوں شہزادوں کی بہت اچھے طریقے سے تربیت فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں کی بہت قدر فرماتے تھے، اور ان پر قربان ہوتے، اپنے کندھوں پر سنت مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے ان صاحبزادوں کو اٹھا لیتے، اور پیار فرماتے'' رحماء بینھم '' کی عملی تفسیر بنتی۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور زریں دور خلافت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی دونوں نواسوں سے نہایت پیار اور تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ دونوں شہزادگان کونین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس نکاح کا ثبوت بخاری شریف ج ۱، مستدرک حاکم ج ۳، کتاب المعارف لابن قتیبہ جمیرۃ الانساب نسب قریش طبری ج ۳۔ البدایہ و النہایہ، کامل ابن اثیر فروع کافی تہذیب الاحکام جلد 9 ابن ابی الحدیدہ اور دیگر بے شمار کتب اہل سنت، جماعت، شیعہ حضرات میں موجود ہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ 16/ 17 سال کے تھے کہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں دے دی۔

واقعہ:

مال غنیمت میں باہر سے کچھ کپڑا آیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد میں بانٹ دیا گیا جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کو سیدنا حسن حسین رضی اللہ عنہما کے لائق نہ سمجھا، یمن کی طرف ایک اہلکار بھیجا جو وہاں سے بہتر اور نفیس کپڑا لایا، اور اب دونوں صاحبزادوں کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے اس کپڑے کو زیب تن فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں خوش ہوا۔ (سیرۃ عمر بن الخطاب از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ البدایہ ،النہایہ جلد 8 از امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کنزل العمال ج 7) خلافت فاروقی میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسلامی جہاد میں بھی شرکت فرمائی۔

سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور سیدنا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا امام حسن علیہ السلام نے دینی اور قومی امور میں خوب حصہ لیا، کئی جنگوں میں شرکت فرمائی، اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکمل تعاون فرمایا، 26ھ میں مسلمانوں نے طرابلس اور افریقہ پر چڑھائی کی تو اس میں حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہم شامل تھے، یرموک اور قادسیہ کے بعد یہ سب سے زبردست جنگ تھی۔ اسلامی فوج کے کمانڈران چیف سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (نواسہ سیدنا اکبر رضی اللہ عنہ) کی بدولت اسلامی لشکر کو فتح وکامرانی ملی۔ ہر اسلامی سپاہی نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ حضرت حسنین کریمین شریفین طیبین طاہرین رضی اللہ عنہما نے بھی شجاعت کا خوب مظاہرہ فرمایا۔ افریقہ کی اس مشہور جنگ کو "حرب العبادلہ" کہتے ہیں کیونکہ اس کے قلب پر سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، میمنہ پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، میسرہ پر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مقدمہ پر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔

30ھ میں خراسان اور طبرستان کی جنگوں میں بھی امامین رضی اللہ عنہما نے شرکت فرمائی ان جنگوں کے مال غنیمت میں یزدگرد شاہ ایران کی دو لڑکیاں بھی تھیں، فوجی کمانڈر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں لڑکیاں سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیں، آپ نے

ایک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسری سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دی ۔ یہ دونوں صاحب اولاد فوت ہوئیں، شیعی علماء نے ان کے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ (ص 43 سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ تاریخ کے آئینہ میں ،مصنف جناب حکیم محمود احمد ظفر)

شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما:

جن دنوں باغیوں نے دولت کدہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محاصرہ کیا ہوا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادوں کی ایک جماعت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے متعین تھی، جن میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نام خاص طور پر مشہور ہیں، امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے فرمایا تھا وہ گھروں میں بیٹھیں اور مداخلت نہ کریں، باغیوں سے مقابلہ نہ کریں، تمام مورخین نے لکھا ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم خاص طور پر حفاظت پر مامور تھے، تا کہ کوئی شریر باغی ظالم اندر نہ جائے، ابن ابی الحدید شیعی عالم نے بھی نہج البلاغہ کی شرح میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھے ہیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بار بار فرمایا کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جائیں یہ حضرات رضی اللہ عنہ واپس نہ ہوئے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان کی مدافعت میں زخمی ہونا:

ایک دن اچانک باغیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ دیگر حضرات رضی اللہ عنہم کے علاوہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو امیر المومنین کی حفاظت کا حکم دیا، لیکن یہ ظالم باغی دولت کدہ کے عقب سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، راقم نے شہادت کا مفصل حال اپنی تالیف ذکر خیر سیرت طیبہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے جسے ادارہ زاویہ پبلشرز لاہور عنقریب شائع کر رہا ہے، جب مظلوم امیر المومنین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا نے بالا خانے کی چھت پر سے آواز دی کہ امیر المومنین شہید کر دیئے گئے ہیں، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ و دیگر حضرات رضی اللہ عنہم اندر داخل ہوئے اور لاش پر گر پڑے اور رونے لگے، خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً قصد خلافت پر پہنچے، اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ کیسے

قتل ہو گئے، جبکہ تم دروازہ پر موجود تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دو تھپڑ۔ (بحوالہ تاریخ الخلفاء از علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ)

عہد خلافت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ 18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر شہید کئے گئے، تین یا پانچ روز تک مسند خلافت خالی رہی، بعض روایات میں ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جلدی میں بیعت لینے سے روکا ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بھی نہ مانی، مدینہ منورہ میں دہشت گردی تھی، سبائی اور باغی ہر طرف دندنا رہے تھے، الراقم نے اپنی تالیف ذکر خیر سیرت طیبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں سارے حالات تفصیلاً لکھتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص مطالبہ کیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ اسے ملتوی رکھا جائے جب تک مرکز مضبوط نہ ہو جائے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ آپ (فی الحال) مدینہ منورہ سے باہر چلے جائیں اور بیعت نہ لیں، ورنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آپ کو قصوروار ٹھہرایا جائے گا، اور امام رضی اللہ عنہ نے یہ بھی مشورہ دیا کہ آپ بیعت نہ کرنے والوں سے قتال کو ملتوی رکھیں۔

جب سیدنا امیر المومنین علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے بصرہ جا رہے تھے تو آپ کے نور نظر جناب حسن رضی اللہ عنہ نے راستہ میں جا کر نہ جانے کا مشورہ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بیٹا عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران میرا مدینہ سے باہر جانا ممکن نہ تھا، جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تو تمام شہروں کے لوگوں کا متفق ہونے کا انتظار ضروری نہ تھا کیونکہ خلافت کے لئے حرمین میں موجود مہاجرین وانصار کا متفق ہونا کافی ہے، اگر اب میں مدینہ منورہ سے باہر نہ نکلوں تو امت مسلمہ کے ساتھ بدعہدی ہوگی اور مزید انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے، بیٹا! اب ان معاملات کو نظر انداز کریں میں آپ سے زیادہ واقف ہوں" (خلاصہ ومفہوم)

جنگ جمل اور سیدنا حسن علیہ السلام:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب جمل رضی اللہ عنہم کے متعلق کلمہ خیر فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو

منع فرمایا کہ وہ انہیں مومن کے سوا کسی اور نام سے یاد کریں گے" (بحوالہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ از حکیم محمود احمد ظفر بحوالہ السنن الکبریٰ جلد 8 تفسیر قرطبی ج 16 ابن عساکر ج 1) بڑی حسرت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کاش تمہارا باپ بیس سال قبل اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا"

نوٹ: اس جنگ سے سبائیوں کا نفاق اور تقیہ کھل کر سامنے آ گیا، امت مسلمہ ان کی ریشہ دوانیوں سے کافی حد تک محفوظ ہو گئی اور اسلام کو مٹانے کا جو خاکہ یہودی ذہن میں تھا وہ خاک میں مل گیا۔ (صفحہ 60 کتاب مذکور)

ام المومنین عائشہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کو حجاز کی طرف رخصت فرمایا اور کئی میل تک ان کے ساتھ چلے اور اپنے صاحبزادوں کو ان کے ساتھ بھیجا، امامین کریمین رضی اللہ عنہما کئی میل تک پیدل ان کے ساتھ چلتے رہے اور نہایت واحترام سے رخصت کیا، یہ سفر یکم رجب 36ھ کو ہوا (البدایہ النہایہ جلد 7 مسعودی جلد دوم)

جنگ صفین اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا کردار:

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کوفہ کو دار الخلافہ بنالیا، 12 رجب 36ھ کو کوفہ تشریف لے آئے، سبائیوں نے آپ کو ہمیشہ مشکلات سے دو چار رکھا، جنگ صفین پر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا" "کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور میں آج سے پہلے ہی مر گیا ہوتا"

سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی شہادت اور استخلاف سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ:

17 رمضان شریف 40ھ شب جمعہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی لعنتی دوزخی نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر آلود خنجر سے شہید کر دیا۔ زہر آلودہ خنجر آپ کی مبارک پیشانی پر لگا شدید زخم آیا۔ خون کا فوارہ چھوٹا، آپ کو مسجد میں لایا گیا، نماز کی فجر کی امامت کے فرائض آپ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی دھب رضی اللہ عنہ نے ادا کیے آپ نے بھی آپ کی اقتداء نماز فجر ادا فرمائی۔

نماز کیسی اہم:

خنجر لگنے پر آپ بے ہوش بھی ہوئے تھے، ریش مبارک خون آلود تھی۔ زخم بہت بڑا

اور گھراتھا تاہم نماز یاد رہی، نماز نہ چھوڑی، یہ ہے صحیح اسلام، رب تعالیٰ کے حکم صلواۃ کی کس قدر اہمیت آپ رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھی، مسجد کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے بھی الصلوۃ الصلوۃ فرماتے جارہے تھے، ہم آج کے مسلمان معمولی تکلیف پر نماز ترک کردیتے ہیں، یا دنیاوی مشاغل میں ہمہ تن مگن رہتے ہیں، فرمان خداوندی متعلقہ نماز کے بارے میں ہمیں کوئی پرواہی نہیں، ہم حکم خداوندی کو ذرہ بھر بھی اہمیت نہیں دیتے، یا احکام اسلامیہ پر یقین ہی نہ رکھتے ہوں گے، کہ مرنے پر نافرمانیوں کے باعث عذاب الٰہی عذاب الیم کے ساتھ بھی واسطہ پڑسکتا ہے۔

ابن ملجم نے کہا "میں نے ایسا وار کیا اگر پورے شہر والوں پر کرتا تو سارے ہی مرجاتے، ایک ماہ تک خنجر کو زہر میں بجھایا" (طبری ج 4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ مقرر کریں، بعض نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام لیا، جواباً ارشاد فرمایا: "نہ میں تو اس بات کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی روکتا ہوں" (طبری ج 6 ابن اثیر ج 3)

وصیت:

بحوالہ "حسن بن علی رضی اللہ عنہ" حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، غصہ اور غضب کو برداشت کرنا، صلہ رحمی کرنا، جاہل کے مقابلہ میں علم سے کام لینا، دین کی سمجھ پیدا کرنا، قرآن حکیم کو محفوظ رکھنا، پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرنا، محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک سے پیش آنا (البدایہ) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

میرے بعد امت کو اتحاد کا سبق دینا، ارشاد باری ہے **واعتصموا بحبل الله جميعاً لا تفرقوا۔**

فرمایا: "بیٹا میری وفات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے فوراً، ان کے خلیفۃ المسلمین ہونے سے کراہت نہ کرنا" (ابن اثیر ج 3 ازالۃ الخفاء)

زہر لمحہ بہ لمحہ اثر دکھا رہا تھا، تین روز تک موت وحیات رہی کی کشمکش رہی 20 رمضان المبارک 40ھ کی رات کو وصال فرما گئے، عمر شریف 58 سال مدت خلافت 4 سال 9 ماہ، بعض روایات عمر 63 سال۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، چار تکبیریں پڑھیں، طبری رحمۃ اللہ علیہ، ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے 9 تکبیریں لکھی ہیں، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک روایت میں چار تکبیروں کا ذکر ہے۔ پورے کوفہ میں جنازہ میں ایک بھی شیعہ شریک نہیں ہوا، ان کی طرف سے اعتراض ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے تھے، حالانکہ شیعہ سنی کی کتب کی رو سے تما صحابہ رضی اللہ عنھم۔ نے نماز جنازہ پڑھی تھی البدایہ ،النہایہ جلد 54، حیات القلوب، جلد 2 جلاء العیون ج 1 اصول کافی ج 1 (بحوالہ کتاب حسن بن علی رضی اللہ عنہ) لیکن یہ کہیں نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ان کے کسی شیعہ نے پڑھی ہو، کن لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی؟ ''بحوالہ کافی'' راوی امام جعفر رضی اللہ عنہ۔ سیدنا حسنین رضی اللہ عنہما اور دو اور شخص جنازہ لے کر نکلے۔ (اصول کافی ج 1)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت:

کوفہ کے دارالامارۃ میں لوگوں کو خلافت کی دعوت دی گئی، لوگوں نے بیعت کر لی (طبقات ابن سعد)

چند ماہ تک حالات پرسکون رہے، بعد میں حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ آپ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان فرما دیا، خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دی، خلافت 7 ماہ 11 روز بمطابق بعض روایات۔ (سیر اعلام النبلاء ج 3)

مبارک بادی پر طلاق:

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی عائشہ بنت خشعمیہ نے مسند خلافت سنبھالنے پر مبارک دی، آپ نے ناپسند فرمایا: ''تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا۔ لہٰذا تم پر تین طلاق۔ انت طالق ثلاثًا

زوجہ نے کہا بخدا میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم دے کر اس کو فارغ کر دیا۔ (طبرانی حدیث نمبر 2757 مجمع الزوائد جلد 4 سنن کبریٰ بیہقی ج 7)

اس خاتون نے بہت معذرت کی، فرمایا چونکہ تین طلاق دے دی ہیں اب رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں (تاریخ ابن عساکر ج 7)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی باہمی خون ریزی کے خلاف تھے، آپ کے بعض لشکریوں نے آپ کو ایذا پہنچائی، مقام انبار پر آپ کے لشکریوں نے تیروں سے آپ کو زخمی کر ڈالا آپ کا سامان بھی لوٹا۔ (سیر اعلام النبلاء ج 3 تاریخ بغداد ج 1 طبر ج 5، البدایہ والنہایہ ج 8 ابن اثیر ج 3) تاریخ الاسلام ذہبی میں یہ واقعات موجود ہیں۔

ساباط پہنچ کر آپ کو اپنی فوج کی منافقت کا اندازہ ہوا، آپ رک گئے...... سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی فوج لے کر انبار پہنچ چکے تھے، دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شرافت ونجابت سے آشنا تھے، عراقیوں کی بے وفائی اور غداری سے بھی۔ عراقیوں کی جنگ سے پہلوتہی اور امام حسن رضی اللہ عنہ پر حملہ کی خبریں بھی سن چکے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا، اے نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ آپ کے سامنے آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں، رات میرے لشکر میں گذارتے ہیں، میرے سپاہیوں کو آپ کے خلاف اکساتے ہیں، منافقین کی ایک فہرست بھی بھیجی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خط امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا...... قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جمے رہے، ان کے ماتحت بارہ ہزار فوجی بھی، مگر سیدنا امام رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

صلح کے لیے مشورہ:

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے احباب سے مشورے کئے تایا زاد بھائی سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے جو آپ رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ زینب (خاتون کربلا) رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، مشورہ

کیا ''میں مسند خلافت چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلے جانا چاہتا ہوں'' (ابن عساکر ج 2، تہذیب التہذیب ج 2) ہر ایک نے یہی کہا: آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام سے مشورہ:

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جنگ، قتال جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ برادر بزرگ کے عزم صلح معلوم کر کے خاموش ہو گئے، قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا لشکری جو کٹ مرنے کے لیے تیار تھے، صلح کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ خون ریزی بالکل ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت غور وخوض کے بعد چند شرائط کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری کا اعلان کر دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیش کش برائے صلح:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کے لیے آمادہ تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ اہل اسلام کی خون ریزی نہ ہو، سبائی سردار مر چکے تھے، تاہم بعض سبائی لیڈر جنگ پر مجبور کر رہے تھے۔ سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔

(بخاری شریف جلد 1'2)

(خلاصہ):

بخدا! سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ فوجیں جب تک اپنے مقابل کو ختم نہ کر لیں گی، پیچھے نہ ہٹیں گی۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے دو آدمی عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ صلح کی پیش کش کرو۔ جو وہ کہیں تسلیم کر لو، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ہم عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں ہمارے لوگ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں۔'' ان دونوں نے کہا: ہم ذمہ دار ہیں...... پس صلح کر لی۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ اور فرماتے تھے: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرادے گا۔ (بخاری جلد اول اور دوم)

ربیع الاول 41ھ میں کچھ شرائط پر دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک تحریری معاہدہ مرتب ہوا، معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہو گئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہو گئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد 13 میں اس صلح کا ذکر کرتے ہیں۔ نہج البلاغہ جلد دوم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے...... مراسلہ کا بیان ہے، جو آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد تمام مملکت میں ارسال فرمایا تھا، خلاصہ: ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی دعوت اسلام بھی ایک۔ پس ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے، صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ان سے اختلاف ہے، اور ہم اس سے بری ہیں۔ بحوالہ بخاری شریف، راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک میری امت کے دو گروہ آپس میں جنگ وقتال نہ کریں۔ ان کا دعویٰ ایک ہوگا بعض غلط فہمی سے ان کے مابین اختلاف ہو جائے گا اور نوبت قتال تک پہنچ جائے گی (بخاری جلد اول)

البدایہ النہایہ جلد ہشتم، تہذیب ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، مستدرک حاکم ج 3 میں بھی یہ بیان ہے۔

نوٹ: بخاری شریف مترجم جلد اول 798 پر یہ باب ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ فرمان: یہ میرا بیٹا ہے جو (مسلمانوں کا) سردار ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں میل کرادے......"

بخاری شریف جلد سوم، مترجم میں یہ بیان ہے کہ "میرا یہ بیٹا...... الخ مذکور حدیث شریف درج ہے۔ تہذیب ابن عساکر جلد 4، مستدرک حاکم ج 3، ترمذی جلد دوم، البدایہ والنہایہ جلد ہشتم میں بھی یہ حدیث مبارکہ ہے" بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا"

حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پوری

ہوئی۔ جب کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے مسلمانوں کو آپس میں کئی سال کی جنگوں سے نجات دلائی اور ان لوگوں کو ذلیل کر دیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو مومن اور مسلمان ہی نہیں سمجھتے اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔

قرآن حکیم: اور اگر مومن کے دو گروہ آپس میں جنگ قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ الخ'' (الحجرات:9)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں کی آپس کی ناچاکی خواہ قتل وخون ریزی تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے ان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتی۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں: ''دونوں فریق ملت اسلام پر ہی تھے۔'' اور ایسا ہی آپ نے مشکواۃ کی شرح اشعۃ اللمعات جلد 4 مین لکھا ہے، جناب ابن تیمیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (منہاج السنۃ جلد دوم میں)

شرائط کیا تھیں؟

مختلف کتب میں مختلف بیان کی گئی ہیں، مستند تواریخ میں درج ذیل ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے صالحین کے مطابق امور سلطنت انجام دیں گے (بحار الانوار جلد 10 جلاء العیون، فتح الباری جلد 13)

مشہور شیعہ محدث ومورخ علامہ علی بن عیسیٰ الاربلی نے خلفائے صالحین کی بجائے خلفائے راشدین کا کلمہ لکھا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ دو شرائط ہیں جن پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح ہوئی۔ ان شرائط کا ذکر بھی ہے:

1۔ میں تمہیں مسلمانوں کی حکومت سپرد کرتا ہوں۔ اس شرط پر کہ تم لوگوں میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت کی روشنی میں امور حکومت سرانجام دو گے۔

2۔ تمہیں اس معاہدہ کے بعد کسی کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

3۔ کوفہ کے بیت المال کا کل روپیہ آپ یعنی امام حسن ؓ کو دیا جائے۔ (طبری جلد 7، فتح الباری جلد 3 البدایہ والنہایہ جلد 8)

4۔ دارابجرد کا کل خراج آپ (امام رضی اللہ عنہ) کو دیا جائے۔ دارابجرد کے لوگوں نے خراج دینا بند کر دیا تھا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بمطابق شرائط اس کے عوض اپنے پاس سے 60 لاکھ درہم سالانہ، دوسرے تحائف اور ہدیے ادا کرتے رہے (البدایہ والنہایہ جلد 8)

5۔ کسی عراقی کو پرانی عداوت کی وجہ سے نہ پکڑا جائے۔ سب کو امان دی جائے۔

6۔ وظائف میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے۔

7۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دو لاکھ سالانہ وظیفہ دیا جائے۔

8۔ اہل عراق کی بد زبانیوں کو برداشت کیا جائے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی تین شرطیں لکھی ہیں۔ اور یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگا کر اور دستخط کر کے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا تھا، کہ آپ جو شرائط لکھ دیں گے وہ مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ دگنی شرائط لکھ کر دیں۔ مگر یہ روایت غلط ہے، ایک فسانہ ہے، کیونکہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کے کردار پر گند اچھالا گیا ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی شرط لکھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر برسر عام سب وشتم نہ کیا جائے۔ یہ بھی کذب تی ہے، مورخین لکھتے ہیں: سب وشتم کا سلسلہ جاری تھا، مگر اسے سرکاری طور پر منع کیا گیا، بعض کتب میں یہ شرط بھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونگے یہ بعد کی پیداوار ہے۔

ص 87 کتاب "حسن بن علی رضی اللہ عنہ" یزید کے اوصاف کا ذکر ہے جو کہ سراسر غلط ہے، مصنف کتاب ھذا راقم کی ناقص عقل اور فہم کے دوران زبردست عالم، مناظر، مفسر، محدث، محقق ہیں۔ معذرت کے ساتھ یہ عرض ہے، یزید کے اوصاف سے متعلقہ راقم متفق نہیں ہے۔ اگر اوصاف کا مالک ہوتا تو میدان کربلا میں عالی مرتبت حضرات رضی اللہ عنھم کے ساتھ قیامت نما خونی منظر جیسے واقعات پیش نہ آتے، اور اس قدر ظلم نہ ہوتا۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا اعلان دست برادری:

شرائط صلح طے ہونے پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے سالار قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو جو مدائن کے قریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے، واپس

مدائن آنے کا حکم دیا۔ انہوں نے خط پڑھ کر فوج کو سنایا اور کہا: اب دو صورتیں ہیں حضرت امام کے بغیر جنگ جاری رکھیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کرلیں، فوج نے دوسری بات کو قبول کرلیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ آکر زبانی صلح کرنے کی تصدیق کردی، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی یہیں تشریف فرماتھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے بھی زبانی اعلان فرمادیا۔

مشہور مورخ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خلافت سے دست برادری کا اعلان فرمایا بلکہ مجمع عام کے سامنے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کرلی۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لکھا کہ سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو مجمع عام کے سامنے کھڑے ہوکر بیعت بھی فرمائی۔ (بحار الانوار جلد 10 صفحہ 89 ''حسن بن علی رضی اللہ عنہ'')۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمتہ کا ارشاد:

اس صلح سے اصلاح بین الناس اور خصوصی طور پر مسلمانوں کی خون ریزی روکنے کی فضیلت ہے۔ (فتح الباری جلد 3)

امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

یہ صلح سنہ 41 ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول میں نخیلہ کے مقام پر ہوئی۔ اس موقع پر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے یہ خلافت اہل اسلام کی بہتری اور مسلمان کے خون کی حفاظت کے لیے ترک کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد 2 سنن کبریٰ بیہقی ج 8) امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں امام ابن البر رضی اللہ عنہ نے الاستیعاب میں ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اسد الغابہ'' میں اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کرلی اور امر خلافت ان کے سپرد کردیا اور معاہدے اور شرائط پیش کرکے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی اور خود خلافت سے دست بردار ہوگئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس صلح کے معاہدے پر قائم رہے، شرائط

کے علاوہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تحائف اور ہدیوں سے امام رضی اللہ عنہ کی خاطر و مدارت کرتے رہے (البدایہ والنہایہ جلد 8) ایسی روایات کتب تاریخ میں درج ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے طلب کا نتیجہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا:

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست ہو گئے اس لیے کہ امیر شام جو 1 لاکھ درہم سالانہ بھیجتے تھے وہ نہ بھیجے، آپ رضی اللہ عنہ نے خط لکھنے کا ارادہ فرمایا: قلم اور دوات بھی منگوائی۔ پھر خط نہ لکھا، اس رات خواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حال پوچھا، عرض کیا: تنگ دست ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا پڑھو ہو، امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دعا ایک ہفتہ بھی نہ پڑھی ہوگی، امیر شام نے مجھے پانچ لاکھ درہم بھیج دیئے۔ دوبارہ حضور نورِ اعلیٰ نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے واقعہ سنایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ سے امیدیں وابستہ رکھنے اور مخلوق سے التجا نہ کرنے کا۔ یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے (خاندانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ الخلفاء و دیگر بے شمار کتب مستند)

دو دعا یہ ہے: (بہترین دعا)

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَكَ وَقَطِّعْ رِجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَمَا قَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں تو اپنی آرزو پیدا فرما دے اور دوسروں سے میری تمنائیں اس طرح ختم فرما دے کہ میں تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھوں۔ اے اللہ! میری قوتوں کو کمزور نہ بنا، میرے نیک اعمال کو تباہ نہ فرما، مجھے اپنی رحمت سے دور نہ فرما۔ تو مجھے اپنے فضل و کرم سے توکل اور توفیق کی ایسی قوت عطا فرما کہ میں کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤں۔ تو ہی میرے مسائل کو حل فرما اور مجھے وہ سب کچھ دے دے جو اب تک پچھلے یا آنے والے شخص کو

نہیں دیا۔ اے رب العلمین! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال فرمادے۔ آمین

مخالفت:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ابھی صلح کا ارادہ ہی فرمایا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مخالفت کا طوفان بدتمیزی اٹھالیا۔ قاتلانہ حملے کیے۔ خیمے کو لوٹا گیا۔ (طبری ج 6) دوران نماز خنجر سے حملہ کیا گیا ران میں ہڈی تک شگاف ہوگیا۔

صلح ہونے پر لوگوں نے شدید مخالفت کی ''اے مومنوں کے لیے شرم اور عار کے باعث!'' ساتھیوں نے کہا۔ (فتح الباری جلد 13 البدایہ والنہایہ ج 8 تاریخ الخلفاء۔ تاریخ اسلام ذہبی جلد 2) ''یا عار المومنین کہا گیا''

جواباً ارشاد فرمایا: ''یہ عار میرے لئے جہنم کی آگ سے بہتر ہے ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابو بکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسود وجوہ المومنین، مومنوں کا منہ سیاہ کرنے والے الفاظ لکھے ہیں۔ ایک شخص نے کہا: السلام علیکم یا مذل المومنین (ملا باقر مجلسی)

(بحوالہ جلاء العیون تاریخ الخلفاء اور ابن عساکر ج 7)

''مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں آپ کو حکومت اور سلطنت کے لیے قتل کروں''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف مجالس میں مختلف خطبات ارشاد فرمائے۔ اور پوری امت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے کر کے کفر کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا، سلطنت فاروقی، عثمانی کا نقشہ پھر آنکھوں کے سامنے پھرنا شروع ہوگیا۔ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا۔

عام الجماعت:

صلح کے سال کو عام الجماعت کہا جاتا ہے، تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پوری ملت اسلامیہ کے خلیفہ بن گئے۔ خاندان بنو ہاشم نے عملی تعاون شروع کردیا۔ چنانچہ سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ جہاد میں شرکت کے لیے خراسان تشریف لے گئے۔ پھر غزوہ سمر قند میں جام شہادت نوش فرمایا جب کہ کمانڈر سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کی زیر قیادت معرکہ قسطنطنیہ میں شرکت

فرمائی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 8 تہذیب تاریخ ابن عساکر ج 4) ایک ہاشمی بزرگ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف کا قاضی مقرر کیا۔

مسلک اہل سنت و جماعت:

جن لوگوں نے فیصلہ تحکیم سے قبل یا بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین ہونا لکھا ہے، وہ سراسر غلط ہے، جب سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے، مدعی خلافت نہ تھے۔ حالانکہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا گورنر آپ کو سمجھتے ہوئے ان کے قاتلوں سے صرف قصاص کے دعوے دار تھے۔ انہوں نے خلافت کا اعلان سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری اور ان کے بیعت فرمانے کے بعد کیا۔ (حسن بن علی رضی اللہ عنہ، خلاصہ و مفہوم)

جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس خاص وصف کو آپ کا ایک عظیم کارنامہ تحریر فرمایا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل متعلقہ صلح شریعت اسلامیہ کی تعلیمات پر مبنی تھا۔ کتب احادیث میں "کتاب الفتن" کی تلاوت کرنی چاہئے، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پانچ سالہ دور خلافت میں فتوحات کا باب ختم ہو گیا تھا۔ کیونکہ جنگ جمل وصفین ونہروان کے ساتھ واسطہ پڑا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری مملکت اسلامیہ کے خلیفہ بنے تو جہاد کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عرب کے سر میرے قبضے میں تھے۔ میں نے خالصتاً لوجہ اللہ مسلمانوں کے خون سے بچنے کے لیے اس منصب کو چھوڑا (مستدرک حاکم جلد 3)

- آپ رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

حرم مدینہ منورہ میں:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جملہ خاندان حضرات وافراد رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس مدینہ منورہ میں آگئے۔ اور عمر شریف کا تمام بقیہ حصہ یہیں گزارا۔

مدینہ شریف میں آپ کے مشاغل (معمولات):

مشغلہ صرف اور صرف عبادت تھا، نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے تک

اپنے جائے نماز پر بیٹھتے۔ ذکر وفکر میں لگے رہتے، احباب آتے دینی گفتگو ہوتی، نماز اشراق ادا فرماتے۔ پھر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے۔ پھر دولت کدہ میں آجاتے، شام کو بھی مسجد نبوی شریف میں یہی معمول تھا۔ نماز تہجد کی ادائیگی باقاعدہ ہوتی۔ اول شب میں قیام فرماتے۔ آخر شب میں امام حسن رضی اللہ عنہ قیام الیل فرماتے۔ سونے سے قبل سورۃ کہف کی تلاوت فرمایا کرتے۔

حج مبارک:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل چل کر کیے۔ اعلیٰ قسم کے گھوڑے اونٹ ہمراہ ہوتے مگر آپ ان پر سوار نہ ہوتے۔ فرماتے ہیں اپنے رب سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ میں اس سے ملوں اور اس کے گھر کی طرف پیدل نہ جاؤں۔

طرز تکلم:

جناب امام پاک رضی اللہ عنہ کی شیریں کلامی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کسی سے گفتگو فرماتے تو سننے والے کا جی چاہتا آپ اسی طرح سلسلہ کلام جاری رکھیں۔ کبھی آپ سے کوئی بدعا نہ سنی گئی۔

متفرق بیان بابت خلافت:

سبط وریحان رسول حضرت سیدنا امیر المومنین حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حدیث شریف کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں (تاریخ الخلفاء) قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد لوگ بیعت کرنے لگے۔ آپ فرماتے تم لوگ میرے کہنے کو سنتے رہنا، میری اطاعت کرنا، جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرنا، جس سے میں جنگ کروں تم بھی اس سے لڑنا، ان کلمات سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا، اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت سے چند روز قبل ملک شام پر حملہ کرنے کے لیے عراقیوں کا ایک لشکر ترتیب دیا تھا۔ ابھی یہ لشکر روانہ ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی۔ ادھر امیر شام بھی ایک شکر لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ کی طرف بڑھا، حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لے کر کوفہ سے باہر آئے۔ مقدمہ کی کمان قیس بن سعد رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ لشکر مدائن پہنچا، مشہور ہوا کہ قیس بن سعد کو قتل کر دیا گیا ہے۔ لشکر میں افراتفری پیدا ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر بھی حملہ آور ہوئے۔ ایذا پہنچائی ایک بد بخت نے آپ کو ران پر نیزہ مار دیا۔ آپ نے اہل کوفہ کی بے وفائی دیکھ کر امیر شام سے صلح کرنے کی سعی فرمائی۔ چند شرائط پر صلح ہوگئی جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اہل عراق نے بے وفائی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔

جنگ جمل اور جنگ صفین پر تبصرہ:

راقم یہاں یہ بیان نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ دراصل اس پر تفصیلی مواد اپنی کتاب سیرت طیبہ اوّل تا آخر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جلد 1، 2، 3، 4 صفحات 1100 میں لکھ چکا ہے۔ یہاں بھی نہایت اختصار کے ساتھ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات (متفرق) پیش خدمت ہیں:

1) جنگ جمل میں لشکر امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لشکر آمنے سامنے۔ جنگ صفین میں علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مقابلہ۔ ان حضرات نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا پھر ملامت کی کیا گنجائش ہے۔ اور طعن کی کیا مناسبت ہے۔ بمطابق قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک کو حق پر دوسرے کو خطا پر نہ کہنا چاہیے۔ سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں بھی ہے جب میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کا ذکر آئے اور ان کی لڑائی جھگڑوں کا تذکرہ آئے تو اپنے آپ کو سنبھال رکھو...... جمہور اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا خطائے اجتہادی کی طرح طعن و ملامت سے دور اور تشنیع وتحقر سے مراد پاک ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر وفسق سے روکتی ہے...... پس ان کی لغزشوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ رافضی غلو کرتے ہیں...... (مکتوب 36 دفتر دوم)

2) جو مانتا ہی نہیں حدیث اور قرآن
جواب اس کا یہی ہے کہ دو نہ اس کو جواب

راوی ابن عدی رضی اللہ عنہ عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: میری امت میں برے لوگ وہ ہیں جو میرے اصحاب رضی اللہ عنہم پر دلیر ہیں۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ: جھگڑے از روئے اجتہاد ہوئے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ علمائے بریلوی و دیوبندی کتب میں بھی دیکھ لیں مذکورہ بیان ہی ملے گا۔ مجھے اس وقت آئینہ خلافت از پروفیسر سعید اختر صاحب (میرے محسن اور جناب سید مودودی کے خاص معتقد) ذہن میں آئی، اس کا مطالعہ بھی فرمائیں۔ راقم عبدالخالق توکلی)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور کہا وہ کفر اور گمراہی پر تھے وہ واجب القتل ہے۔...... اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا اس معاملہ نہیں کم و بیش آدھے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شریک ہیں، ان کو برا کہنے سے نصف دین سے اعتماد میں دور ہو جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ سے ہم تک پہنچا ہے۔'' فتنہ کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے آپ رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ سے باہر نکلے تھے تاخیر قصاص کے باعث نکلے۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ جمل میں 13 ہزار آدمی قتل ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ شہید ہوئے۔ جھگڑا امر خلافت پر نہ تھا۔ اے برادر! بہتر طریق یہ ہے کہ لڑائی جھگڑوں میں خاموش رہیں۔ (صحیفہ شریفہ، 57، دفتر اوّل)

فضائل اور فضل و کمال، بحوالہ بخاری شریف:

سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ صحیح بخاری میں روایت فرماتے ہیں: (باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

1۔ حضرت نافع بن جبیر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کو اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ (ص 322 جلد دوم۔ ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ حذیفہ اکیڈمی اردو بازار لاہور)

2۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے صحابی رضی اللہ عنہ سے سنا، صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور علیہ الصلوۃ

والسلام سے سنا اور امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو (پہلو میں) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے کبھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: یہ میرا بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں ملاپ کرادے گا۔

3۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لے لیتے اور فرماتے یا اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

4۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

5۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو کاندھے پر اٹھا لیا۔ کہتے تھے میرا باپ تجھ پر صدقے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

6۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مشابہ امام حسن سے زیادہ کوئی نہ تھا۔

7۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نواسوں (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) کی نسبت فرمایا تھا یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہ)

بحوالہ ترمذی شریف:

سیدنا امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے ترمذی شریف میں سیدنا امام عالی مقام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ احادیث نقل فرمائیں۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بہشتی سرداروں کے بارے میں قریباً سترہ احادیث لائے ہیں)

1۔ راوی سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ: رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ حدیث شریف حسن ہے صحیح ہے۔

2۔ راوی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: مفہوم حدیث۔ میں ایک رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ کی پشت پر کچھ لپیٹا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی یہ کیا ہے؟ غم

خوار امت رحیم و کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا تو وہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کولھے پر۔ فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں، اور میری بیٹی رضی اللہ عنہا کے بیٹے۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔ جو ان کو دوست رکھے ان کو بھی دوست رکھ۔

3۔ نمبر 7 پر بیان کی گئی ہے۔ بحوالہ بخاری شریف۔

4۔ متعلقہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ۔

5۔ راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ: کسی نے حضور نور علی نور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ کو اپنے گھر والوں سے کون زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور آپ سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے بلاؤ ہمارے اور اپنے دونوں بیٹوں کو، اور ان کو سونگھتے تھے اور اپنے کلیجے سے لگاتے تھے۔

6۔ راوی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ: رسول اللہ منبر شریف پر چڑھے اور فرمایا: یہ بیٹا میرا یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ سید ہے کہ صلح کرائے گا اللہ تعالی اس کے ہاتھوں سے دو گروہوں میں۔ (حدیث حسن صحیح)

مترجم: ایک گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ایک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ، خلافت کا نزاع تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت چھوڑ دی۔ مسلمانوں کو کشت خون سے بچالیا۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

الراقم: خلافت راشدہ کی جو مدت حضور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی: وہ ختم ہو گئی اور امام رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔

راوی سیدنا ابی بردہ رضی اللہ عنہ سیدنا حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم آئے، دونوں شہزادے سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے۔ چلتے تھے گر پڑتے تھے۔ بوجہ صغر سنی اور ضعف۔ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے اترے۔ دونوں فرزندوں کو اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا۔ (مفہوم)۔ مترجم وحید الزمان لکھتے ہیں افسوس ہے کہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر محبت اور الفت تھی۔ ان کے ساتھ اس امت کے ظالموں نے کیا بدسلوکی کی اور کیسی ایذا اور تکلیف دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون O

8۔حدیث مبارکہ متعلقہ شہید کربلا رضی اللہ عنہ۔

9۔روایت ہے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے مشابہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے حدیث حسن اور صحیح ہے،اس باب میں سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ،سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

10۔متعلقہ سیدنا امام حسین علیہ السلام۔

11۔راوی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔امام حسن رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مشابہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے سر اقدس تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے نیچے۔

12۔اللہ کا عذاب ظالم نابکار عبید اللہ بن زیاد پر۔(حدیث حسن اور صحیح)

13۔راوی حذیفہ رضی اللہ عنہ: خلاصہ ومفہوم۔فرشتہ نے بشارت دی۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار اور جنت کے جوانوں کے سردار حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

14۔راوی براء رضی اللہ عنہ: یا اللہ میں (حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔(حسن اور صحیح)

15۔راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ: حضور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر لئے ہوئے تھے۔ایک شخص نے کہا: کیا خوب سواری پائی تو نے لڑکے۔نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور سوار بھی خوب ہے۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

16۔راوی براء بن عازب رضی اللہ عنہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے یا اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔

ابوالفضل قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: جس نے حسن رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی اس نے اللہ عزوجل سے محبت رکھی۔

(سنن ترمذی،مقدمہ سنن ابن ماجہ)

بحوالہ نورالابصار مولانا عبدالسلام قادری رضوی ''شہادت نواسۂ سید الابرار'' میں لکھتے ہیں:

1۔ راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: میں نے دیکھا امام حسن رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گود میں ہیں اور امام رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں انگلیاں ڈال رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں دے کر فرماتے ہیں: اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں اس لیے تو اسے اپنا محبوب رکھ۔

2۔ طبقات ابن سعد صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے: حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب حالت نماز میں سجدہ فرماتے تو امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے، جب تک آپ رضی اللہ عنہ خود نہ اترتے اس وقت تک آپ سجدہ ہی میں رہتے۔ جب آپ رکوع فرماتے تو امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاؤں کے درمیان گھس جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے نہ اٹھتے جب تک وہ دوسری جانب نہ نکل جاتے۔ (نورالابصار)

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلند پایہ صوفی

بلکہ عظیم ترین صوفیائے کرام کے پیشوا، سردار اور سرتاج

(منبع فیوض و برکات و انوارات و خیرات)

راقم ہیچمدان کی سمجھ اور معلوماتِ اسلامیہ کے مطابق صوفی، فقیر، خواجہ، ولی، مقبول الٰہی، مردِ مومن، مردِ حق، شیخ، پیشرو، پیر، اسلامی طریقت میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اپنی اپنی بولی، زبان، محاورہ، رواج کے مطابق کہیں کسی بزرگ کو صوفی، کہیں شیخ، کہیں پیر...... الخ کہا جاتا ہے۔

صوفیائے کرام/ پیرانِ عظام/ مشائخ کرام/ اولیائے کرام کی تمام صفات و کمالات و اخلاقِ حسنہ اکٹھے کیے جائیں تو وہ تمام کے تمام سیدنا و سیدی امام حسن علیہ السلام/ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات کے اندر سموئے ہوئے ہیں، مثلاً اولیاء اللہ کی صحبت فیض لینے کا موثر ذریعہ ہے۔ ان کے وجود آفتاب کی مانند ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، ان کی ہمنشینی خدا وحدہٗ

لاشریک کی ہم نشینی ہے۔ ان کو دیکھنے سے طلب حق بیدار ہوتی ہے، یہ گروہ برکات وخیرات کا سرچشمہ ہے۔ یہ سیدنا نورِ علی نور خیر البشر علیہ السلام کے آئینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے مظہر ہیں۔ اتباع سنت مطہرہ پر سختی سے پابند ہوتے ہیں، طریقت، معرفت اور حقیقت کو شریعت اسلامیہ کا خادم سمجھتے ہیں کیونکہ پہلے شریعت ہے بعد میں اسلامی طریقت۔ ان کی نسبت، لگاؤ، جذبِ دروں، نورِ نسبت سے مخلوق ہدایت پاتی ہے۔ صدیقیت تک کے اعلیٰ درجات کے حصول کی خاطر یہ اخلاقِ حسنہ کے تمام پہلوؤں سے گذرتے ہیں۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو کمتر سمجھتے ہیں، عاجزی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ ہر ایک مخلوق کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ مخلوق کی ایذا کو صبر وتحمل اور عفوو درگزر سے برداشت کرتے ہیں۔ غیض و غضب کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمدردیٔ خلق اور خیر خواہی کے پیکر بنے ہوتے ہیں، مخلوق کے حقوق کو اپنے حقوق سے مقدم جانتے ہیں۔ یعنی ایثار وقربانی کا جذبہ بدرجہ اتم ان کے اندر موجود ہوتا ہے اور اس پر خلوص کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں، سخاوت کرنا، درگذر اور خطاء کا معاف کرنا خندہ روئی، نرم مزاجی، تصنع اور تکلف سے پاک، فرقہ واریت سے مبرا، خرچ کرنا، خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، قناعت کرنا، پرہیزگاری، جنگ وجدل اور عتاب نہ کرنا مگر حق کے ساتھ، بغض وکینہ اور حسد نہ رکھنا، عزّ وجاہ کا خواہشمند نہ ہونا، وعدہ پورا کرنا، پختہ بردباری، دوراندیشی، شکر گزاری، دلیر، غیور، دشمن نواز، راست باز، استقامت میں پختہ تقویٰ اور خوفِ الٰہی میں چُور، حبِّ فی اللہ کے مقام میں راسخ، معاملہ رضا وتسلیم میں نہایت مہذب، قطع علائق میں بے باک ان کا شیوہ ومعمول ہوتا ہے۔ پہلے بزرگ (اولیاء اللہ) انہی اخلاقِ حسنہ سے انسان کو مہذب بنانے کے لیے اور بُرے اخلاق چھڑانے کے لیے محنتیں کرایا کرتے تھے۔ مگر متاخرین نے یہ طریقہ پسند کیا ہے کہ ذکر کی اس قدر کثرت کرائی جائے کہ یہ برے اخلاق ذکر کے نیچے دب جائیں اور ذکر تمام ناروا اور ناجائز باتوں پر غالب آجائے۔ یعنی اولیائے کرام کا اس پر عمل شروع ہوا کہ

ذکر کن تا ترا جان است
پاکی دل ز ذکرِ رحمان است

نوٹ: اسی آخری جذبہ اور مقصد کے پیشِ نظر میرے حضرت خواجہ صدیق احمد شاہ ہاشمی سیدوی

معنوی فرزند حضرت خواجہ خواجگان توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ اور خلف الرشید عارف ربانی امام ربانی غوثِ زمانہ علم لدنی کے بحرِ بے کنار خواجہ محبوب عالم ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ) کے نورِ نظر جگر گوشہ صاحبزادہ کرنل الطاف محمود ہاشمی صاحب دامت برکات وخیرات وفیوضھم العالیہ نے گذشتہ دو سال سے تحریک ذکر شروع کی۔ جو کہ دن دونی رات چوگنی ترقی پر ہے۔ روز افزوں ذاکرین کی کثرت ہو رہی ہے، بے ریش باریش ہوتے جا رہے ہیں، اپنے گھروں میں مع اہل وعیال اور کبھی مع احباب ذکر کی محافل کا انعقاد کرتے ہیں۔ کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوتی، سیدا شریف اور مضافاتِ سیدا شریف، ملک وال، دریا خان، میلسی، مال چک اور دیگر کئی مقامات پر تحریک ذکر زوروں پر ہے۔ ہمارے ممدوح صاحبزادہ صاحب نے اس کارِ خیر عظیم کی خاطر رات دن وقف کر رکھا ہے۔ اپنے کرائے پر ہر جگہ پہنچتے ہیں، ون ڈش طعام کا آرڈر دیتے ہیں، متعلقہ تعلیمات کی اشاعت کے لیے قیمتی اور مفید ترین مواد اسلامی شائع کروا کر فی سبیل اللہ بانٹتے ہیں۔ راقم اپنے اصل موضوع سے قدرے دور نکل گیا۔ دوبارہ عرض کرتا ہے کہ

صوفیائے کرام (اولیاء اللہ، مشائخ عظام) میں یہ صفات بھی ہوتی ہیں، بالفاظ دیگر: یہ حضرت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ومنظور ہوتے ہیں، محبوب ہوتے ہیں، دوست ہوتے ہیں، لوگوں کے مددگار ہوتے ہیں۔ مخلوق کے لیے فیض رساں اور منبع انوار ہوتے ہیں، خداوندِ قدوس کے نیڑے (قریب) ہوتے ہیں، واصل ہوتے ہیں باقی بن جاتے ہیں، اللہ ان پر راضی ہوتا ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک ان کی رسائی ہوتی ہے۔ باطنی محافل واجلاس میں شریک ہوتے ہیں، کیونکہ جو کچھ انہیں ملتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کے صدقے ہی ملتا ہے۔ روحانی پاور کے حامل ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ دین اسلام انہی کے طفیل پھیلتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ یہ گروہ حق پرستوں کا گروہ ہوتا ہے، یہ نفس پرست نہیں ہوتے، تزکیۂ نفس میں مکمل صفائی والے ہوتے ہیں، ان کے پہلو خواب گاہ سے دور ہوتے ہیں، مسکینی وعاجزی کے مجسمے ہوتے ہیں قرآن وحدیث ان کی شان وفضائل سے لبریز ہے۔ ان پر انوار کا درود ہوتا ہے۔ انہیں اسرار کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان کا کوئی قول یا فعل شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے خلاف نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر اولیاء کرام کا ذکر ہے مثلاً سورۃ فرقان میں مولائے ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں:

''اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عجز و انکساری سے چلتے ہیں...... الخ''

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ کا مفہوم ہے:

''اللہ کے بندے رات قیام میں رکوع و سجود میں گزارتے ہیں...... اہل اللہ باوفا، باحیا، باصفا ہوتے ہیں۔''

شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: صوفی وہ ہوتا ہے جو جب بولتا ہے تو اس کے الفاظ بیش قیمت حقائق و معاف کا اظہار کرتے ہیں...... اور جب وہ خاموش ہوتا ہے تو اس کے تمام اعضائے جسم اس حقیقت کی واضح ترجمانی کرتے ہیں کہ وہ دنیا کے تعلقات سے بالکل منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات واحد میں مستغرق ہو چکا ہے یعنی وہ وہی کہتا ہے جس پر خود عمل کرے۔ اس کی خاموشی اس کے حال کی تعبیر ہوتی ہے۔

حضرت جنید سیدالطائفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صوفی صفائی باطن کی صفت عالیہ رکھتا ہے۔ (مفہوم)

خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: صوفی تمام نفسانی لذتوں کو ترک کر دیتا ہے۔ (مفہوم)

صوفی کی روح بشریت کی تیرگی اور فسق و فجور کی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔ وہ ہمہ وقت لذتِ دیدارِ الٰہی کا مزہ لیتا ہے۔ مشاہدہ رکھتا ہے۔ صوفی ہر شے کو خدا کی ملکیت سمجھتا ہے، صوفی اپنی آنکھوں کو تمام کائنات سے پھیر کر ذاتِ خداوندی پر مرتکز رکھتا ہے اور صفائی باطن میں کوشاں رہتا ہے۔ صوفی کا دل غیر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور خلافِ شریعت امور سے پرہیز کرتا ہے۔ صوفی کا مطلب ہے اخلاقِ حسنہ کا حامل۔

صوفی کے جذبات واحساسات اور رجحانات اس کے ہم قدم ہوتے ہیں۔

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ: حقیقی صوفی اللہ کی ہستی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ غیر اللہ کا وجود اس کے

نزدیک کالعدم ہوتا ہے۔ صوفی نے عرفان کے پھولوں کا ہار پہنا ہوتا ہے، جناب جنید رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صوفی آٹھ خصائل رکھتا ہے: (1) سخا (2) رضا (3) صبر (4) اشارہ (5) غربت (6) اُون کا لباس (7) سیادت اور (8) فقر

سخاوت کی انتہا سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علی نبینا علیہ السلام پر ہوئی کہ اپنے بیٹے کو ذبیح اللہ (اسماعیل علیہ السلام) قربان کرنے کے لیے لٹا دیا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاتے ہوئے بھی یہی دعا مانگی کہ یا اللہ میرے فرزند حسین رضی اللہ عنہ کو میدان کربلا میں ثابت قدم رکھنا۔ (مفہوم) صبر پر سیدنا ایوب علیہ السلام نے کمال کر دی۔ تسلیم و رضا سے کام لیا۔ اشارہ سیدنا زکریا علیہ السلام کے لیے ہے کہ تین دن تک لوگوں سے زبان کے ساتھ کلام نہ کرنا صرف اشارے سے ہمکلام ہونا۔ غربت یعنی بے گانگی سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے لیے، یعنی خوشیوں میں رہ کر بھی خوشیوں سے بیگانہ رہے۔ لباسِ تصوف حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کہ ان کے سارے کپڑے اُون کے ہوتے تھے۔ سیر و سیاحت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے۔ فقر حضور نور مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے کہ سارے خزانوں کے مالک ہوتے ہوئے بھی فقر کو ترجیح دی۔

صوفی وہ ہے جس کی بشریت کامل ساقط ہو جائے۔ صوفی وہ ہے جو فنا فی اللہ ہو اور باقی باللہ بھی ہو۔ صوفی وہ ہے جس کے تمام اعتقادی، عملی، ظاہری و باطنی احوال اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکام سے ہمیشہ اور ہر حالت میں وابستہ رہیں، اسی سے کوئی لغزش نہ ہو، حقیقی نصب العین رضائے حق کا حصول ہو اور دستور و آئین سماوی کی پیروی کرنا ہو۔

صوفی وہ ہے جو ہمیشہ ہر حال میں مؤدب ہو (دین و دنیا کے ہر شعبہ میں) اس وقت راقم کے پیش نظر کشف المحجوب از جناب گنج بخش اور ذکر محبوب از جناب خواجہ صدیق احمد ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جن کی مدد سے سطور درج بالا لکھی ہیں۔

الغرض ایک صوفی، فقیر، ولی اللہ، شیخ، خواجہ کی جو صفات راقم نے عرض کی ہیں، ان سے بدرجہا بڑھ کر اعلیٰ و ارفع اور بلند ترین اوصاف و کمالات سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسہ ہونے کے ساتھ ساتھ فرزند بھی ہیں

اور صحابی بھی ہیں۔ علمائے حق اہل سنت و جماعت کے فیصلے کے مطابق دنیا کے تمام اولیاء اللہ ایک ادنیٰ ترین صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تو اوّل الانبیاء سید الانبیاء امام الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ صورت اور سیرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکمل یگانت، موافقت، مماثلت، مطابقت، ہم رنگی اور یک جہتی رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کی صفات، کمالات، خصوصیات، علومرتبت پر کچھ لکھنا مجھ جیسے ناکارہ کے لیے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

آپ بلاشبہ اولیاء اللہ کے پیشوا، رہبر، فیض رساں اور سردار ہیں۔ اور امام برحق ہیں اور آئمہ طریقت میں دوسرے امام ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر قیامت تک نماز پڑھنے والے اپنی نماز میں درود شریف ابراہیمی پڑھتے رہیں گے جس میں اولادِ وآلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحاب رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے جو کہ ازلی طہارت وتقدس سے مخصوص ہیں ہر ایک کو تصوف (اسلامی تصوف) اور حقیقت کے معانی میں کامل دسترس تھی اور سب کے سب اسی طائفہ کے امام و پیشوا تھے۔ ان میں سے ایک تو ابو محمد حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنہیں تصوف و معرفت کے حقائق میں حظِ وافر حاصل تھا۔ آپ کا ٹھوس اور حقیقت رس علم کبھی ختم نہ ہوگا، آپ رضی اللہ عنہ اللہ ہی کے حکم سے مخلوقات کے محافظ اور علمی اور روحانی رہنما ہیں...... آپ رضی اللہ عنہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ابوعبداللہ الحسین بن علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ بلند پایہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ حق پرستوں کے لیے ان کی سیرت طیبہ ایک بے مثال دستورِ حیات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشانیاں رکھنے والے تھے۔

پھر اہل بیت سے ابوالحسن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ جو کہ وارثِ نبوت اور ہادیٔ نبوت ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت سے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کو امام باقر بھی کہتے ہیں، آپ معاملات طریقت کی حجت، اربابِ مشاہدہ کی

برہان، اولادِ بنی آدم کے امام اور برگزیدہ نسلِ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت میں سے طریقت و معرفت میں کامل اور رموزِ تصوف کے راز دار حضرت ابو محمد جعفر بن محمد صادق بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ ایک صاحب مال اور نیک سیرت امام ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی خصائل نہایت بلند اور پسندیدہ تھے۔ تمام علوم میں آپ کے نکات و معانی بہت عمدہ ہیں۔ مشائخ میں رقت کلام اور وقوف معنی کی وجہ سے آپ مشہور ہیں۔ طریقت میں آپ کی کتب بے شمار ہیں۔

ارشاد: جو شخص عجز و انکساری سے خدا کے حضور جھک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کام دونوں جہان میں پورا فرما دیتا ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، امام قاسم رضی اللہ عنہ اور پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

بہر بو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ اصحاب کل۔ اہل بیت حسنینؓ حضرت مصطفیٰ کے واسطے

نفس امارہ کے پھندے سے بچا پروردگار۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بوالوفا کے واسطے

الفتِ حقت حب احمد رہوں ثابت قدم۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ با خدا کے واسطے

مجھ کو مکروہاتِ دنیاوی تو محفوظ رکھ۔ حضرت قاسم سراج الاولیاء کے واسطے

تشنہ لب ہوں جام وحدت سے مجھے سیراب کر۔ جعفر صادق امام الاتقیا کے واسطے

نوٹ: اسی طرح بارہ آئمہ طریقہ کے اسمائے گرامی مع مختصر ذکر جمیل راقم نے اپنی کتاب ''امہات المومنین'' میں بھی لکھا ہے۔ کتاب سیرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی جناب سلیمان سلمان منصوری پوری صاحب نے بارہ اماموں کا بیان مختصر نہایت عقیدت سے بیان فرمایا ہے۔ سب سے بڑھ کر سیدنا و سیدی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے بھی اپنی مبارک اور مستند کتاب خصوصاً مکتوبات شریف میں بارہ آئمہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان تحریر فرمایا ہے۔ دیگر بے شمار کتب مستند بھی ان کا بیان ہے۔ حضرت سید سعید الحسن شاہ صاحب نے بھی اپنی کتب میں خصوصاً خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بارہ اماموں کا ذکر خیر تحریر فرمایا ہے۔

(مکتوبات شریف (صحیفہ شریفہ) نمبر 67 دفتر دوم)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پہلے ان کے بارے میں چند متفرق اشعار:

وہ مکتوبات ہیں جس کے عجب نورانی سرچشمہ
ہیں اہل شرع و عرفان کے لیے روحانی سرچشمہ
مٹادی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن
طریقہ سب میں ہے بہتر مجدد الف ثانی کا
یہ ہرگز جھک نہیں سکتا کسی نمرود کے آگے
کسی فرعون کے آگے کسی مردود کے آگے
گردن نہ جھکی جن کی سلاطین کے آگے
آخر کو جھکے خود ہی جہانگیر و جہاندار
جس سے مشارق و مغارب روشن ہیں
ایسا ابر کرم جس سے تمام عرب و عجم سیراب

اب یہ راقم قلیل البضاعت (بے سروسامان) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عرض کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات 67 دفتر دوم میں تحریر فرماتے ہیں: عقیدہ نمبر 22:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، صحیفہ شریفہ 123 دفتر سوم میں تحریر فرماتے ہیں: (متعلقہ وسیلہ برائے قریب خداوندی)

دوسرا راستہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے...... اس راہ کے واصلوں کے پیشوا اور ان بزرگواروں کے فیض کا سرچشمہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سیدہ فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وجود عنصری یعنی پیدائش سے پہلے بھی اسی مقام کی پناہ میں رہے ہیں...... اس راہ سے جس کو فیض پہنچتا ہے انہی کے وسیلے پہنچتا ہے...... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوا یہ عظیم الشان مرتبہ

ترتیب وار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور اس کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب وتفصیل وار قرار پایا۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نوبت پہنچی۔ بارہ اماموں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کوئی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا۔"

مکتوب شریف 59 دفتر اوّل میں فرماتے ہیں:

"اہل بیت رضی اللہ عنہم کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا، جو پیچھے رہا ہلاک ہو گیا۔"

دوسرے مقام پر "حضرت علی رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علیٰ صاحب علیہ السلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اس لیے اقطاب، ابدال واوتاد کے مقام کی تربیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد واعانت کے سپرد ہے۔

قطب الاقطاب (قطب مدار) کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت ورعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام دیتا ہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا اور امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اسی مقام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہیں۔"

نوٹ: بندۂ پر تقصیر نہایت علیل، گھریلو حالات ناموافق کسی کی ہر بارے میں معاونت ندارد۔ اس لیے بے ربطی سی سطور نقل کی ہیں، کوتاہی معاف فرمائیں۔ رہنمائی اور دعائے خیر سے نوازیں۔

التجا:

حبیب اللہ حضور مونس غریباں بے کسوں کے کس بے بسوں کے بس آقا ومولیٰ ملجا و ماویٰ مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم نواسۂ پاک امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر جمیل کے طفیل مولائے رحیم وکریم جل جلالہ سید الاولین والآخرین سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت مسلمہ کے حال زبوں پر رحم فرمائے۔ غیر مسلم ظالم وجابر ومتکبر حکمرانوں پر فتح نصیب فرمائے۔ اور بھی مومنوں کے وسیلہ جلیلہ سے اس راقم ناکارہ کے تمام مراحل از موت تا حشر آسان فرمادے بخشش فرمادے۔ آمین ثم

...میں

...بے مثل سخاوت کیوں؟

ایک مرتبہ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ خستہ حالی کے باوجود کسی سائل کو انکار نہیں کرتے کیا وجہ؟ فرمایا: میں خود اللہ سے سوال کرنے والا ہوں...... مجھے شرم آتی ہے کہ مانگنے والے کو عطا نہ کروں۔ میں خود مانگنے والا ہوں...... اللہ اپنی نعمتوں کا فیضان مجھ پر برساتا رہتا ہے۔ اور میں عادی بنا کہ اللہ کی نعمتیں لوگوں میں تقسیم کروں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں شعر پڑھے جن کا مفہوم بھی قریباً یہی ہے:

(ماخوذ: مفہوم از حضرت حسن وحسین کے 100 قصے ناشر بیت العلوم، لاہور)

مفہوم:

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی ضرورت کا سوال کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا، فرمایا تم خلیفہ کے پاس جاؤ۔ ان کی صاحبزادی کا انتقال ہوا ہے تم وہاں جا کر ان الفاظ میں تعزیت کرو۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو لڑکی کی قبر پر بٹھا کر اس کی پردہ پوشی فرمائی اور اس کو آپ کی قبر پر بٹھا کر اس کی پردہ دری نہیں فرمائی۔

وہ شخص خلیفہ کے پاس گیا اور یہی بات کی۔ خلیفہ کا غم دور ہو گیا۔ اس شخص کے لیے انعام کا حکم دیا اور پوچھا کیا یہ تیرا کلام ہے؟ اس نے کہا یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ خلیفہ بولا حضرت حسن رضی اللہ عنہ فصیح کلام کا سرچشمہ ہیں۔'' اور ایک اور انعام کا حکم فرمایا۔

(مذکورہ کتاب بحوالہ الحسن والحسین ص 18)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی:

مفہوم: ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، قیمتی لباس زیب تن تھا۔ ایک یہودی ملا جو بہت غریب تھا۔ یہودی نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (مسلم شریف) کیا وجوہ؟ کہ آپ یہاں مزے لے رہے ہیں اور میں بالکل نادار ہوں۔ فرمایا: اے شخص اگر تو ان نعمتوں کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں

تیار کی ہیں تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں یہاں قید خانہ میں ہوں۔ اگر تو اس عذاب کو دیکھ لے جو آخرت میں تیرے لیے ہے تو جان جائیگا کہ تو اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا میں جنت میں ہے۔" (بحوالہ مذکورہ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال (وفات) کے بعد ایک تاثر:

ایک طوفانِ طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

(بحوالہ مذکورہ)

نوٹ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بیعت فرمالیا جبکہ یہ حضرت چھوٹے بچے تھے۔

چشم ساقی تو نے رگ رگ میں وہ بھردی بجلیاں
دار تک اب تیرے دیوانے مچلتے جائیں گے

(حوالہ مذکورہ از البدایہ والنہایہ جلد ہشتم)

نوٹ: حضرت حسنین کریمین شریفین طیبین رضی اللہ عنہما کے بعد کوئی بشر ان کا ثانی بننے کی قدرت نہ پاسکا۔

"زمانے گذر گئے لیکن ان جیسا انسان نہ لاسکے...... زمانہ ان کا ثانی لانے سے عاجز آ گیا...... مفہوم)

(کتاب مذکورہ، بحوالہ ابو نعیم معرفۃ الصحابہ)

نوٹ: جب بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر یا بازار سے واپس آتے تو شہزادے کو بلا کر چومنا شروع فرمادیتے۔ تمام چاہتوں اور محبتوں کا مرکز تھے۔

محبت تھی پیغمبر کو حسن رضی اللہ عنہ سے اس قدر
نہ کر شکوہ تو سید کا خدا اپنے سے ڈر

(راسخ)

(شانِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما، از جناب عبدالمنان راسخ، فیصل آباد)

یہ شعر بھی جناب راسخ نے فرمایا:

لپٹتا چمٹتا کبھی گود میں گرتا

یہ تو پھول تھا جو آغوشِ رسالت میں نکھرتا

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کو امام حسن رضی اللہ عنہ کا قانونی مشورہ اور علمی مقام:

یہ بیان علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، نہایت دلچسپ ہے۔

ایک شخص کو گرفتار کر کے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کے سامنے لایا گیا، گرفتاری ایک ویران اور غیر آباد مقام سے ہوئی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال جرم کر لیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے قصاص کا حکم دے دیا، اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا اور اس نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال جرم کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال جرم کیا، اس نے کہا: جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا، پوچھا گیا واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں قصاب ہوں: میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بقرہ (گائے) کو ذبح کیا تھا گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی، میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا، سب لوگ کہنے لگے: یہی شخص اس کا قاتل ہے، مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر سمجھا۔ اب دوسرے اقبالی سے دریافت فرمایا: اس نے کہا: میں ایک اعرابی ہوں مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں ایک گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آ گئی اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا، اب جبکہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔ یہ سُن کر حضرت علی

کرم اللہ وجہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المومنین: اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول فرمایا دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا (رحمۃ اللعالمین جلد دوم)

صدقہ وخیرات:

صدقہ وخیرات، عفو ودرگذر، صبر وتحمل اور بردباری کا واقعہ کشف المحجوب کے حوالہ سے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے: صدقہ وخیرات میں بڑے دریا تھے، ایک مرتبہ کل مال کا نصف حصہ خدا کی راہ میں دے دیا، ایک بار پورا مال بانٹ دیا، دوسری کی ضرورت پوری کرنا عبادت سمجھتے، ایک بار اعتکاف میں تھے ایک سائل آ گیا، آپ نے اعتکاف کے دائرے سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کردی اور پھر معتکف ہو گئے۔ ایک بار طواف میں تھے، کسی نے اپنی حاجت کے لیے ساتھ لے جانا چاہا۔ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے، اور واپس آ کر طواف پورا کیا۔

سخاوت کا ایک خاص واقعہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کچھ سوال کیا۔ فرمایا: اگر تو اس کے لیے تیار ہو کہ جو میرے پاس موجود ہے اس کو خوشی سے قبول کر لے تو میں بخوشی حاضر ہوں۔ سائل بولا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! جو کچھ آپ دیں گے میں قبول کر لوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خزانچی سے فرمایا: جو تین لاکھ درہم رکھوائے تھے اس میں سے جو باقی ہے وہ لے آؤ۔ خزانچی پچاس ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا: پانچ سو دینار بھی تھے۔ خزانچی وہ بھی لے آیا۔ سائل سے فرمایا: مزدور لے آؤ جو ان کو تمہارے گھر تک پہنچا دے۔ سب کچھ حوالے کر دیا۔ اور بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ یہ اجرت میں مزدوری دے دیں، غلاموں نے عرض کیا: اب تو ہمارے پاس کھانے کے لیے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔ فرمایا: مجھے توی امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ (فضائل صدقات ص 695) مفہوم عرض کیا ہے:

لائیں کہاں سے ڈھونڈ کر ہم تجھ سا دوسرا
یہ کیوں نہ ہو کہ مجھ کو تیرے رو برو کردیں

اسلامی تاریخوں میں بے شمار واقعات درج ہیں جن سے ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی فیاضی سے پیش آتے رہے۔

واقعہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کمال محبت تھی، فرماتے ہیں جب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو بوجہ محبت میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے اور ریش مبارک اپنے ہاتھ سے پکڑنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما'' تین بار یہ فرمایا: (حلیۃ الاولیاء۔طبقات الاصفیاء)

واقعہ:

ایک مرتبہ حسن رضی اللہ عنہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر تھے۔ کسی نے کہا: ''بڑی اچھی سواری ہے'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: اور سوار بھی بہترین ہے (حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے 100 قصے)

جناب سرور محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں:

پسند آئی انہیں اک ادائے عاشقانہ:

مفہوم: امام حسن رضی اللہ عنہ ایک باغ کے پاس سے گزرے، ایک حبشی غلام کو دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اور سامنے ایک کتا: وہ نوجوان غلام ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا، اس طرح پوری روٹی ختم کردی، برابر کا کھایا اور کھلایا، فرمایا: میرے واپس آنے تک یہیں رہنا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے غلام کو خرید لیا، غلام سے فرمایا میں نے تمہیں خرید لیا ہے، لڑکے نے کہا: میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ فرمایا: تو میری طرف سے آزاد ہے۔ چونکہ باغ والا احاطہ بھی خرید لیا وہ اس نوجوان کے نام ہبہ فرمادیا۔ (حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے 100 قصے)

واقعہ مفہوم (دودھ پلانا):

ایک مرتبہ حضرت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سو چکے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جگانا مناسب نہ سمجھا، گھر کے صحن میں کھڑی ایک بکری کا دودھ دوہا اور حسن رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ (مذکور بحوالہ خاندان نبوی کے چشم و چراغ ترجمہ ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

واقعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی:

ایک مرتبہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اپنے نورِ نظر حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لوگوں کو نماز جمعہ پڑھا دیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر فرمایا: تلخیص: اللہ نے حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کی قسم! ہم اہل بیت رسول کے حق میں جو کمی کرے گا اللہ اس کے عمل میں اس کے برابر کمی کرے گا۔ اگر کوئی جماعت ہم پر حملہ کرے گی تو ہماری آخرت تو بن جائے گی لیکن وہ جماعت کچھ عرصہ میں اپنا انجام دیکھ لے گی۔ (مذکورہ، بحوالہ الحسن والحسین ص 50)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دلچسپ مکالمہ:

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چند سوالات کیے اور آپ رضی اللہ عنہ نے جوابات دیئے:

خلاصہ و مفہوم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: درستگی کا راستہ کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: برائی کو نیکی کے ذریعے ختم کرنا۔

سوال: شرافت کیا ہے؟

جواب: کھانا گھر والوں کے لیے بنائے لیکن خیال سب کا رکھے۔

سوال: سخاوت کیا ہے؟

جواب: مالداری اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں خرچ کرنا۔

ارشاد: کمینہ پن کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: آدمی اپنے مال کو بچا کر رکھے لیکن اپنی عزت کو برباد کر دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بزدلی کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: دوست کو بہادری، جرأت دکھانا اور دشمن سے دامن بچاتے پھرنا۔

ارشاد: غنی اور مالداری کیا ہے؟

جواب: نفس کا اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا۔

ارشاد: بردباری کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: غصہ کو پی جانا، نفس پر قابو رکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: بہادر لوگوں کی سختی اور بڑے لوگوں سے جھگڑا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ذلت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: صدمہ کے وقت برداشت سے کام نہ لینا۔

ارشاد: نادانی کیا ہے؟

جواباً ارشاد: فضول گفتگو میں مشغول ہونا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بزرگی کس خیر کا نام ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: لوگوں کے واجبات ادا کرنا، جرم کو معاف کرنا۔

ارشاد: سرداری کیا ہے؟

جواب: اچھے کام کرنا اور برے کام سے پرہیز۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بے وقوفی کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: گھٹیا لوگوں کی اتباع اور سرکش لوگوں کی محبت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: غفلت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: مسجد کو چھوڑ دینا اور برے لوگوں کی اطاعت کرنا۔

(کتاب مذکور بحوالہ حلیۃ الاولیاء المعجم الکبیر ج سوم)

خاموشی اور کم گوئی کی فضیلت:

کسی کے پوچھنے پر فرمایا: ''کم گوئی جہالت چھپاتی ہے، عزت کو زینت بخشتی ہے، خاموش رہنے والا راحت میں رہتا ہے اور کم گو آدمی کا ہم نشین امن میں رہتا ہے'' فرمایا: جو گفتگو سے پہلے سلام نہ کرے اس کی بات کا جواب مت دو، ایک اور واقعہ پر فرمایا: عمدہ سوال آدھا علم۔ (مذکور بحوالہ الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ ص 50)

ارشادِ گرامی جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

راوی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھا لیا کرتے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی، پھر دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر دعا فرماتے: ''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم کر'' (مذکورہ بحوالہ ابو یعلی والنسائی واخرجہ ابن سعد) ایک روایت: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے انتقال پر امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے:

امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

''حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے جبریل علیہ السلام اور بائیں طرف سے میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے تھے، جب تک اللہ تعالیٰ انہیں فتح نہ دیتے وہ واپس نہ آتے۔ یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں، آپ اسی سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے، آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے، اس رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا'' مذکور درہم بیت المال سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے تھے۔ اسی رات قرآن پاک نازل ہوا، اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو شہید کیا گیا، اس میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ جو مجھے جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرا دیتا ہوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا حسن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اپنا باپ کہا ہے حالانکہ یہ دونوں آپ کے دادا پڑدادا تھے) پھر یہ

آیت پڑھی:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِىْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں نبی کا بیٹا ہوں، میں داعی الی اللہ باذنہ کا بیٹا ہوں، سراجا منیرا کا بیٹا ہوں، میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کر دی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن اللہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل کیا ہے اس میں فرمایا:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى"

(کتاب مذکورہ بحوالہ اخرج الطبرانی کما فی حیاۃ الصحابہ ج3)

کرامت:

ایک بار اندھیری رات میں آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، کہا: "میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ان کے ساتھ چلا جاؤں؟ فرمایا: نہیں، اتنے میں بجلی چمکی روشنی اتنی دیر تک رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی امی جان کے پاس پہنچ گئے۔

کرامات:

دراصل کرامات کے ضمن میں عرض کروں کہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوری حیات طیبہ از ولادت تا شہادت کرامت ہی کرامت ہے۔ ہر قول کرامت ہے، ہر فعل کرامت ہے، ہر ہر ادا کرامت ہے، ہر ہر لمحہ کرامت ہے، اس لئے میں صرف ایک اور کرامت جتنی لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (نواسہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہیں روانہ ہوئے، نخلستان آ گیا، مگر ایک خشک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش یہ درخت ہرے ہوتے، ہم تازہ کھجوریں کھاتے، فرمایا: تم کھانا چاہتے ہو، عرض کی، حضور چاہتا ہوں، آپ نے آہستہ آہستہ کچھ پڑھا فرمایا جاؤ توڑو اور کھاؤ، چنانچہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے

کھجوریں کھائیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم......
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اقوالِ زریں:

سیدنا امام حسن عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ مکارم اخلاق یہ ہیں زبان کی سچائی، حسن خلق، صلہ رحمی۔ مہمان نوازی، حق دار کی حق دہی، سائل کو دینا، احسان کا بدلہ دینا، پڑوسی کی حفاظت وحمایت، شرم وحیاء

2۔ ایک شخص نے کہا: مجھے موت سے ڈر لگتا ہے۔ فرمایا: اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا، اگر اس کو آگے بھیج دیتا تو مسرور ہوتا۔

3۔ کرم یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے دے، اپنا مال برمحل صرف کر۔

4۔ بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ ظاہر وباطن اللہ کا خوف کرے، غصہ اور خوشی میں عدل وانصاف کرے، زبردستی سے کسی کا مال نہ چھینے۔ (سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ از پروفیسر محمد طفیل چوہدری)

چار باتیں یاد رکھ:

جب لعین ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا، تو ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے، فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھ سے چار اور پھر مزید چار باتیں یاد رکھ۔

پہلی چار باتیں: سب سے بڑی عقل کی دولت ہے، سب سے بڑا فقر حماقت ہے، سب سے بڑی دہشت خود پسندی ہے، سب سے اچھی صفت خوش اخلاقی ہے۔

دوسری چار باتیں: احمق آدمی کی صحبت سے بچتے رہنا کیونکہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچائے گا، جھوٹے شخص سے کبھی دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ دور کو تیرے قریب اور قریب کو دور کرے گا، بخیل سے بچنا کیونکہ تو اس کا اتنا حاجت مند نہیں ہوگا جتنا وہ تیرا حاجت مند ہوگا، برے آدمی کی صحبت نہ اختیار کرنا، کیونکہ وہ تجھے چند پیسوں کے عوض بیچ دے گا۔ (تاریخ الخلفاء مصنف امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

والد ماجد کا احترام:

راوی حسن رضی اللہ عنہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی تو وہ چھوٹی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس نکاح کے ذریعے میرا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے تعلق اور رشتہ قائم ہوجائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنے چچا کی شادی اپنی بہن سے کردو۔ ان حضرات رضی اللہ عنہم نے کہا: وہ بھی عورتوں میں سے ایک مستقل عورت ہے، اسے اپنا اختیار ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے کھڑے ہوگئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا: ابا جان! میں آپ کے چھوٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ فرمایا: تو پھر دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی شادی کردو۔ (مذکورہ بحوالہ کنز العمال، حیاۃ الصحابہ ج سوم راقم نے اپنی کتاب ذکر خیر 4/3 اور 2/3 سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں عرض کیا ہے: یہ واقعہ مدلل مع حوالہ جات)

متعلقہ علم مزید معلومات اور روایات:

امام حسن رضی اللہ عنہ علم و عمل کے مجمع البحرین تھے۔ حدیث میں آپ کی مرویات کی تعداد 13 ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والوں میں جناب حسن رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ابا جان حضور جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی احادیث نقل کی ہیں۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کی ایک روایت دعائے قنوت کے بارے میں ہے، جو آپ رضی اللہ عنہ پڑھتے رہے، اسی سلسلہ میں ایک اور روایت، جس کو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کہا جاتا ہے، یہ ہے:

اللھم انا نستعینک و نستغفرک و نومن بك و نتو كل علیك، و نثنی علیك لخیر و نشكرك ولا نكفرك و نخلع و نترك من یفجرك، اللھم ایاك نعبدو لك نصلّی و نسجد و الیك نسعٰی و نحفد و

نرجوا رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار ملحق۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے مغفرت کے خواہش مند ہیں اور ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر توکل کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریفیں کرتے ہیں اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے، اور ہم الگ ہوتے اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرتا ہے، اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم دوڑتے ہیں اور تیری ہی عبادت میں مستعد ہو جاتے ہیں اور تیری رحمت کی ہم امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تیرا عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

یہ دعا حدیث کی مختلف کتب میں ہے: خالد بن ابی عمران رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعائے قنوت سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی تھی، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یہی دعائے قنوت پڑھتے تھے، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس دعا پر اتفاق کیا ہے اگرچہ دیگر کئی دعائیں مروی ہیں۔ آیت الکرسی کی فضیلت پر بھی آپ سے حدیث ہے "جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو وہ دوسری نماز کے آنے تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور ذمہ داری میں رہتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد 2)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت متعلقہ خلق عظیم حضور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پھر میں نے (اپنے والد رضی اللہ عنہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت فرمانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت فرمانا چار چیزوں کے لیے ہوتا تھا۔ حلیم کی بناء پر، احتیاط کے مدنظر، اندازہ لگانے کی غرض سے اور غور و فکر کے لیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازہ لگانا یہ تھا کہ صورت معاملہ پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور لوگوں کی باتیں سن لی جائیں۔ رہا آپ کا غور و فکر سو وہ ان چیزوں میں ہوتا جو باقی رہنے والی ہیں

اور فنا نہیں ہوتیں۔ اور حلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صبر ہی میں جمع کرایا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز غصہ نہ دلاتی۔ اور نہ بے چین مضطرب کرتی تھی اور احتیاط کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چار چیزوں میں جمع کر دیا گیا (بایں طور کہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی چیز کو اختیار فرماتے تاکہ لوگ اس کو اپنا لیں اور بری چیز کو ترک کر دیتے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ اور جس چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح ہوتی اس میں اپنی رائے کو خوب کام میں لاتے اور جس میں ان کی خیر ہوتی اس کو لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں کو اکٹھا فرما دیا۔ (بیّنات، کراچی، ذوالحجہ 1382ھ)

فقہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو امتیازی مقام حاصل تھا، آپ کے خطبات میں متانت اور پند و موعظت پائی جاتی تھی، فن خطابت میں باکمال تھے (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک خطبہ کے چند ارشادات عالیہ:

علم انسان کے لیے باعث زینت ہے، وقار میں انسانیت جھلکتی ہے، جلد بازی خفت عقل ہے، کمینہ لوگوں کی صحبت ایک عیب ہے، فاسقوں سے مل بیٹھنا باعث تہمت ہے، اس کے علاوہ آپ کے خطبات میں متانت، سنجیدگی اور پند و موعظت کے جذبات موجزن ہیں۔

ایک ارشاد عالی شان:

میرے نزدیک کسی بھائی کی حاجت پوری کرنا ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

(ابن عساکر ج4)

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صدقہ خیرات کرتے تھے۔ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد 3)

زہد و تقویٰ:

آپ کی مبارک زندگی میں زہد و تقویٰ کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ راوی امام باقر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار حسنین کریمین رضی اللہ عنہم پردہ کے احکام کے پیش نظر امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر نظر نہیں کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کے

لیے امہات المومنین کو دیکھنا شرعی طور پر جائز اور حلال ہے۔ (حسن بن علی رضی اللہ عنہما)

ایک روایت بحوالہ ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ: حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے رضی اللہ عنہا کے بہنوئی ہیں) جایا کرتے تھے اس حالت میں کہ وہ اپنے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم کا امتیازی وصف زہد وتقویٰ تھا،ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ترجمہ: ''ایسی زندگی گزار کہ تیرا بدن تو دنیا میں ہو جبکہ تیرا دل آخرت میں لگا ہوا ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر عمل کیا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمودہ بیان (متعلقہ شانِ امام حسن رضی اللہ عنہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خانہ کعبہ میں عبادت کر رہا تھا کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اپنا منہ کمبل میں چھپائے کعبۃ اللہ کے دروازے پر رو رو کر اور گڑگڑا کر دعا مانگ رہا ہے، جیسے وہ بہت بڑا گناہ گار ہو اور اس سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو اور اب اللہ سے توبہ کر رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی سوچا کہ واقعی اس سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے، چنانچہ مجھے اس سے ہمدردی ہو گئی۔ ساری رات وہ شخص اسی طرح کمبل لپیٹے روتا رہا، جب وہ جانے لگا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس کو پکارا کہ بھائی ذرا اپنا چہرہ تو دکھاؤ اور نام بتا دو تا کہ میں تمہارے لیے دعا کر سکوں۔ وہ شخص ٹھہر گیا اس نے اپنی چادر ہٹائی اور اپنے منہ سے اتنے الفاظ کہتے: ''میرا نام حسن ہے۔'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جیسے ہی ان کا چہرہ دیکھا، میں نادم ہو کر دوڑا اور قدموں میں گر گیا اور عرض کیا: ''حضور! آپ تو اس قدر اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی شان عبادت اور شانِ تقویٰ کے تو کیا کہنے اس کے باوجود آپ اس قدر گریہ وزاری کرتے ہیں اور روتے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر پھر گریہ طاری ہو گیا اور پھر رونے لگے اور روتے روتے فرمایا: ''اے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ'' یہ تو وہ بارگاہ ہے جہاں بڑے بڑے اپنا قدم رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میرے آقا میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو

میری امی جان کو بھی اسی طرح فرماتے تھے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ نہ سمجھنا کہ تو میری بیٹی ہے بلکہ تو عمل کر! تو اے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ! خوب سمجھ لو کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ خاتون جنت ہیں، انہیں عمل کی ترغیب دلائی جارہی ہے تو میں بے چارہ پھر کیا ہستی رکھتا ہوں۔" حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان کی رقت انگیز گفتگو سن کر بے ہوش ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں ہوش میں آیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لے جا چکے تھے۔

(ماخوذ: روزنامہ ایکسپریس جمعۃ المبارک 11 فروری 2005)

از حضرت مولانا محمد الیاس قادری بانی دعوتِ اسلامی

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی امامین رضی اللہ عنہما پر شفقت:

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ دیکھا گیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی مشابہت کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ بھی کمال احترام سے پیش آتے، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو عمر اور رشتہ دونوں میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے، ایک مرتبہ باغ میں حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، بعد از طعام سواری پر امامین رضی اللہ عنہم سوار ہونے لگے تو جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا رکاب تھام کر نہایت عزت و تکریم کے ساتھ سوار کرایا۔ (سواریاں الگ الگ تھیں) کسی نے پوچھا اس قدر احترام؟ فرمایا: یہ دونوں حضور پرنور رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔

آیت تطہیر:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

(الاحزاب: 33)

ترجمہ: ''اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے''

راقم گنہگار نے اپنی کتاب ذکر خیر 2 ''امہات المومنین رضی اللہ عنہن'' میں اس آیت کریمہ کی تفسیر تفصیلاً عرض کی ہے مع مستند حوالہ جات۔ یہاں بیانِ دگر عرض کیا جاتا ہے:

یہ آیت کریمہ دراصل ازواج مطہرات (امہات المومنین) کے بارے میں نازل ہوئی مگر رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شان میں کئی حضرات کو بھی شامل فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی بنی ہوئی چادر زیب تن فرما کر تشریف لائے اس دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر ارشاد فرمایا: مذکورہ آیت کریمہ (رواہ احمد:1)

راوی انس رضی اللہ عنہ: چھ ماہ تک آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ جب بھی آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: ''اے نبی کے گھر والو! نماز پڑھ لو'' آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے (رواہ احمد:1637)

اہل بیت؟

مفتی محمد شفیع صاحب تفسیر معارف القرآن جلد ہفتم ص139،140 میں لکھتے ہیں: یہاں اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کی اولاد و آباء بھی داخل ہیں، اس لیے بعینہ مذکور فرمایا: عنکم، ویطہرکم۔ بعض مفسرین نے اہل بیت سے مرد صرف ازواج مطہرات کو قرار دیا ہے، عکرمہ رضی اللہ عنہ مقاتل رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا ہے: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا، اور استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ۔ اور سابقہ آیت میں نساء النبی کے الفاظ سے خطاب بھی اس کا قرینہ ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تو بازار میں منادی کرتے تھے کہ آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ فرماتے ہیں: اس پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن متعدد روایات حدیث جن کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس جگہ نقل کیا ہے: اس پر شاہد ہیں کہ اہل بیت میں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔(روایت صحیح مسلم شریف: روای عائشہ رضی اللہ عنہا) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت آپ ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے، حسن رضی اللہ عنہ آگئے تو ان کو اس چادر میں لے لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ گئے ان کو بھی۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ آگئے ان کو بھی چادر میں داخل فرمالیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ۔ مذکورہ اقوال میں تضاد نہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تو شامل ہیں مگر دوسرے حضرات بھی شامل فرمائے گئے۔ صرف ازواج ہی نہیں کچھ رجال بھی داخل ہیں۔

راقم: بعض حضرات نے اس آیت میں جمہور امت سے اختلاف کر کے اول تو اہل بیت کا لفظ صرف اولاد وعصبات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونے اور ازواج کے ان سے خارج ہونے کا دعویٰ کیا۔

اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے
اس قدر کم ظرف کوئی باغباں نہیں

اسی آیت تطہیر کی تفسیر کے ضمن میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں (خلاصہ ومفہوم عرض کیا جائے گا۔ راقم)

رکوع کے آغاز سے روئے سخن محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف ہے۔ آیت نمبر 33 کے سیاق وسباق سے تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ جملہ انما یرید اللہ میں بھی وہی مخاطب ہیں جن سے پہلے اور بعد میں خطاب ہو رہا ہے اہل بیت سے بھی ازواج مطہرات مراد ہیں.......... (بعض حضرات کو) اس بات پر اصرار ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات داخل نہیں۔ اس سے مراد فقط حضرات خمسہ ہیں یعنی امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علی المرتضیٰؓ، سیدہ طاہر خاتونِ جنتؓ اور حسنین کریمینؓ۔ اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے جو دلائل دیئے ہیں۔ (چار دلائل)۔ ان دلائل کے بارے میں یہ ہے کہ

مفہوم:

حضرت سارہؓ کو سورۃ ھود میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اہل بیت فرمایا گیا......

اہلسنت کی کتب میں ایسی احادیث ہیں جو اکابر صحابہؓ سے مروی ہیں۔ اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرات خمسہ ہی ہیں...... ایسی احادیث کے راوی مجروح اور ساقط الاعتبار ہیں۔ بعض راوی جھوٹے ہیں۔ رفض میں غالی ہیں۔ احمق ہیں۔ ضعیف الحدیث ہیں۔ ان کی روایات قابل حجت نہیں۔ ان کے پیش نظر قرآن کریم کی نص کا انکار کر دیا جائے۔ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو وہ قرآن کریم کے مفہوم کی ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ نہ ان سے نصوص میں تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔

اب آیئے۔ دیکھیں قرآن کی اصطلاح میں اہل کا لفظ بیوی پر استعمال ہوتا ہے یا کہ نہیں۔ درج بالا سطور میں سورۃ ھود میں سیدہ سارہؓ کے متعلق اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کے لئے اھل کا لفظ استعمال فرمایا گیا (سورۃ طٰہٰ)۔ ایسی متعدد آیات میں جن میں بیوی کے لئے اھل کا لفظ استعمال ہوا۔

علامہ جوہری لکھتے ہیں ہم اپنے محاورہ میں بیوی کو اہل خانہ یا گھر والی کہتے ہیں......

ہم اہلسنت کے نزدیک سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہلبیت ہیں۔ سیدنا علیؓ، سیدہ خاتونِ جنتؓ، امام حسنؓ، امام حسینؓ بھی اہلبیت میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خصوصی طور پر ان کو اپنی عباء کے سائے میں لینے اور ان کو ھولاء اھل بیتی فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ ہر جگہ مسلمہ دستور ہے کہ نسب باپ کی طرف سے چلتی ہے نہ وہ ماں کی طرف سے اس دستور کے مطابق سیدنا علیؓ کے فرزندانِ ارجمند حضرت ابوطالب کی اولاد اور نسل سے شمار ہونے چاہئیں تھے نہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور نسل سے۔ لیکن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح دیگر بے شمار خصائص سے نوازا ہے۔ یہ خصوصیت بھی بخشی ہے کہ حضرت علیؓ کی اولاد حضرت فاطمہ زہرا بتولؓ کے بطن سے اولاد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا ہوئی نہ کہ ذریت ابوطالب۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خانوادۂ نبوت کی سچی محبت اور غلامی نصیب فرمائے۔ قیامت کے دن

انہی کی سنگت میں ہمارا حشر ہو۔ امین۔ ثم امین۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ قرابت داروں، خاندانِ بنو ہاشم، خصوصاً اہلبیتِ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت، ان کا ادب، احترام عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم ص 377 زیر آیت 23 الشوریٰ اشاعت 1399ھ)

ارشاد گرامی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہ:

خاتمہ کی سلامتی میں اہل بیت نبوت سے محبت کا بڑا دخل ہے۔ (صحیفہ شریفہ 36 دفتر دوم)

مولانا عبدالرحمٰن نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
گر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

نسب طاہر کی برکات:

صاحب روح البیان آیت تطہیر کی تفسیر میں واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

روایت ہے ایک علویہ (اولادِ علی رضی اللہ عنہ) فقیرہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ سمرقند کی مسجد میں اتریں۔ خوراک کی خاطر حاکم شہر کے پاس گئیں۔ "آج رات کی خوراک مل جائے مسافرہ علویہ ہیں۔ حاکم نے کہا کوئی تیرا گواہ ہے کہ تو اولادِ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ کہا کہ شہر میں میرا کوئی جان پہچان نہیں ہے۔ سو حاکم اس سے پھر گیا۔ وہ ایک مجوسی کی طرف گئیں جو ضامنِ شہر تھا۔ اور اپنا حال بیان کیا۔ مجوسی نے ان کو اپنی لڑکیوں کی طرف بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ خوب خاطر داری کرو۔ چنانچہ ان کی خاطر تواضع اور خدمت کی گئی۔ حاکمِ شہر نے رات کو خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھنڈا ہے۔ اہلِ جنت کے واسطے محل تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ حاکم نے ایک سبز زمرد کا عالی شان محل دیکھ کر عرض کیا۔ یہ محل کس کا ہے۔ فرمایا۔ ایمان دار توحید پرست کا۔ عرض کیا۔ میں مسلمان موحّد ہوں تو نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کوئی گواہ

ہے کہ تو مسلمان توحید پرست ہے۔ پس حاکم خواب سے بیدار ہو کر چیخنے لگا دربا ریوں سے پوچھا علویہ فقیرہ کہاں ہے؟ بتایا گیا وہ مجوسی کے ہاں ہے، وہاں سے ان کو بلایا۔ مجوسی نے انکار کیا۔ حاکم نے کہا کہ ہزار اشرفی لے لو انہیں میرے سپرد کر دو۔ مجوسی نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ ہم علویہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ عالی شان محل جو تو نے دیکھا ہمارے واسطے ہے۔

یہ بھی ضرور پڑھنے کی استدعا ہے:

بغداد میں ایک سرمایہ دار سوداگر تھا۔ اس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ سلام پھیرا تو ایک علوی کھڑے ہوئے اور کہا مجھے ایک لڑکی کا نکاح کرنا ہے۔ مجھے بحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے جہیز کے لئے عنایت کرو۔ سوداگر نے اپنی ساری پونجی 500 درہم اسے دے دی۔ سوداگر نے رات کو خواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ خوش ہو کر فرما رہے ہیں "اے جوان! تو نے میرے لئے تحفہ بھیجا تھا۔ پس شہر بلخ کی طرف جاؤ وہاں عبداللہ بن طاہر سے کہو کہ جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے تمہاری طرف اپنا ایک دوست بھیجا ہے۔ جس کا مجھ پر احسان ہے اس کو 500 اشرفی دے دو۔ سوداگر نے بیوی کو آگاہ کیا۔ بیوی نے کہا آپ کی واپسی تک ہماری خوراک کا کون متولی ہوگا۔ سوداگر نابینائی کی طرف گئے اور کہا دو وقت کا کھانا میری عدم موجودگی میں میرے گھر والوں کو دیتے رہنا۔ نابینائی نے کہا جنہوں نے تجھے بلخ جانے کا حکم دیا ہے انہوں نے مجھے بھی حکم دیا ہے تمہارے بلخ سے واپس آنے تک تمہارے گھر میں کھانا پہنچاتا رہوں۔ پس سوداگر خوش ہوا۔

بلخ کے قریب پہنچا تو عبداللہ بن طاہر نے اس کا استقبال کیا۔ شاباش دی۔ تین دن خوب خاطر داری کی۔ 500 اشرفیاں دیں۔ اور پانچ اشرفی زائد بھی۔ اور واپسی کے لئے ان کے ساتھ چند احباب کو خدمت کے لئے بھیجا جو گھر تک پہنچا ئیں۔

یہ ہے صلہ اور انعام ان کے لئے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عزیز و اقارب کی خدمت اور امداد کرتے ہیں۔ (فیوض الحرمین حصہ دہم۔ مصنف مولانا مفتی ابوالبشیر دل محمد چشتی

صابری جالندھری رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد سمندری ضلع لائلپور (فیصل آباد)

اہلبیت کی نافرمانی اور بے ادبی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے (شرح مشکوٰۃ مراۃ جلد ہشتم)۔ دینا کا کوئی خطہ نہ ہوگا جہاں شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ پاک اور ساوات موجود نہ ہوں۔ عابد بیمار امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نسل اقدس تمام اطراف واکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ بے شمار بزرگانِ اسلام حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن وجمال کے مظہر ہیں۔ ان میں جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجۂ خواجگان نائب رسول ہندالولی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حسن حسینی باغ کے درخشندہ پھول بھی شامل ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سارا گھرانہ نور کا
خونِ خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس
اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام

(فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

بیان دگر متعلقہ اہل بیتِ نبوت:

حضور امام ربانی مجددالف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز نے دفتر دوم مکتوب شریف 36 میں امامت کی بحث، مذہب اہلسنت وجماعت، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے۔ مخالفین کے اعتراضات وعقائد کے مدلل جواب تحریر فرمائے۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا، سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت پیش فرمایا۔ واقعہ قرطاس، جنگِ جمل وصفین پر عالمانہ، محققانہ، مصلحانہ انداز میں

نہایت ہی اعلیٰ مشعل راہ روشنی ڈالی۔ آخر پر یہ عنوان مقرر فرمایا "ہم اس مکتوب کو ایک عمدہ خاتمہ پر ختم کرتے ہیں"۔ (ترجمہ)

جس کی تلخیص متعلقہ اہل بیت نبوت کے فضائل راقم عرض کرتا ہے۔

۱۔ ابن عبداللہ المعروف عبدالبر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) جس نے علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ (یہ سیدنا امام حسنؓ کے والد بزرگوار کے بارے میں......)۔ طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

۲۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھوں پر ہیں اور آپ فرما رہے ہیں یا اللہ! میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے سنا رسولِ معظم شفیعِ امم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ممبر پر تشریف فرما تھے اور امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں تھے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف اور فرماتے یہ میرا بیٹا سید سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دونوں گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

(یہ دو گروہ کون سے؟...... سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا گروہ اور سیّدنا معاویہ کا گروہ۔ راقم)

۳۔ امام ترمذی نے اُسامہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ اُسامہؓ نے کہا میں نے رسول اکرم نبی محترم حبیب محتشم اوّل الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حسنین کریمین شریفین طیبین ؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں......"

۴۔ ترمذی شریف، راوی سیّدنا انسؓ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا۔ اہلبیت

میں کون کون آپ کو زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؓ و حسینؓ۔

۵۔ حدیث شریف:...... "فاطمہ طیبہ طاہرہؓ میرا جگر گوشہ ہے جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا" (مفہوم)

۶۔ اور ایک روایت میں ہے جو چیز فاطمہؓ کو متردّد کرے وہ مجھے بھی متردّد کرتی ہے اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی......"

۷۔ "لوگ حضرت صدیقہ عائشہؓ محبوبہ حبیب خدا تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن اپنے تحائف وہدایا لے آتے تھے اور اس سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی طلب کرتے تھے"

(مفہوم)

۸۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے کر کے سیدہ خدیجہ طاہرہؓ کی سہیلیوں کو بھیج دیا کرتے تھے...... (مفہوم حدیثِ مبارکہ)

۹۔ حدیث: العباس منّی و انا منہ۔ عباسؓ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ (مفہوم)

۱۰۔ راوی سیّدنا ابو ہریرہؓ "تم میں سے اچھا وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیتؓ کے ساتھ بھلائی کرے۔"

"جس نے میرے اہلبیت کے ساتھ احسان کیا۔ میں اس کو قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا"۔ حدیث شریف۔ راوی علی شیر خداؓ۔

۱۱۔ راوی ابن عدیؒ...... ویلمیؒ...... حضرت علیؓ...... "تم میں سے صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کو میرے اہلبیت اور اصحاب رضی اللہ عنھم کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی۔" اس کے بعد امام ربانیؒ نے جامی علیہ الرحمتہ کی یہ رباعی تحریر فرمائی۔

خدایا بحقِ بنی فاطمہؓ   کہ بر قولِ ایمان کُنی خاتمہ
گر دعوتم رد کُنی ور قبول   من و دست و دامانِ آلِ رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملئکۃ المقربین و علیٰ سائر عباد اللہ الصالحین

اجمعین۔ آمین

۱۲۔ دفتر سوم کے مکتوب شریف 24 میں اصحاب رضی اللہ عنہم کی بزرگی کا نورانی بیان ہے۔ تمام اہلسنت و جماعت (یعنی امتِ مسلمہ۔ راقم) اہلبیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی محبت رکھتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی۔ اس لئے اس مکتوب شریف کے صرف چند کلمات راقم بندۂ ناچیز عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس تحریر کے طفیل بخش دے اور ساری امت مسلمہ پر کرم اور رحم فرمادے۔

عبدالخالق توکلی 10 ویں شب رمضان المبارک رات کے 10 بجے 1429ھ

عوام وخواص اور علمائے کرام بھی اس سے استفادہ فرماسکتے ہیں اور قارئین کرام یہ نہ سمجھیں کاتب الطروف اپنے موضوع سے ہٹ رہا ہے۔ اگرچہ مجھے خود یہ احساس ہے۔ چونکہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے محبت فرماتے تھے اور ان سے ادب و احترام سے پیش آتے تھے۔ اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سیدنا امام حسن عالی مقام رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت و ادب واحترام سے سلوک فرماتے۔ ان کی تعظیم کو اپنا ایمان سمجھتے، اس لئے چند کلمات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی بطور تبرک عرض کئے جاتے ہیں بحوالہ مذکور۔

سیّدی وسیّدنا مجدّ دالف ثانی علیہ الرحمتہ نے مذکور مکتوب شریف میں بہت وضاحت و بلاغت کے ساتھ مجتہدانہ ومحققانہ انداز میں بہت کچھ لکھا۔ صرف چند جملے پیش خدمت ہیں۔
بحوالہ آخری آیت کریمہ سورۃ الفتح۔ محمد رسول اللہ............تا اجراً عظیما ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی کمال مہربانی ومحبت کی جو ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے تھے مدح فرمائی ہے رحم کا صیغہ جو رحماء کا واحد ہے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی کمال مہربانی۔ چونکہ صفت مشبہ استمرار پر بھی دلالت کرتی ہے اس واسطے چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے اور دوامی واستمراری طور پر ہو۔

......ایک دوسرے کیساتھ بغض وکینہ وحسد وعداوت کا احتمال بھی دائمی طور پر ان اکابرین سے دور ہو......اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ صفت اتم واکمل طور پر تھی۔ اس لئے فرمایا گیا میری امت میں

سب سے زیادہ رحم کرنے والا میری امت پر ابو بکرؓ ہے اور اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی شان میں ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا'' فرمایا گیا۔

(حدیث شریف)...... یہ حضراتؓ تمام امتوں میں سے بہتر امت کے بہترین ہیں۔

ان کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر تھا...... اگر یہ لوگ ردی صفات سے موصوف ہوں تو پھر یہ لوگ کس طرح بہتر ہونگے۔ اور امت کس وجہ سے خیر الامم ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت کا کیا اثر ہوگا۔ وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کرام کی صحبت میں کچھ وقت دیتے ہیں وہ ان رذیلہ صفات (حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت) سے نجات پا جاتے ہیں تو وہ لوگ جنہوں نے حضرت افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمریں صرف کیں، دین کی تائید اور مدد کیلئے اپنے مالوں اور جانوں کو قربان کر دیا۔ کیا ممکن ہے ان لوگوں کے حق میں بری خصلتوں کا وہم کیا جائے۔

حالانکہ مقرر ہے کہ امت کا کوئی ولی صحابی کا درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ جس نے اصحابؓ کی تعظیم نہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نص قرآنی کے بموجب اس امت میں سے بڑھ کر متقی اور اتقی ہیں۔ (سورۃ لیل کی آخری آیات مع تفسیر دیکھئے۔ راقم)......

اگر کسی کو گالی نکالنا خیریت اور عبادت ہوتی تو ابو جہل اور ابولہب کو گالی نکالنا اس امت کا ورد ہوتا حالانکہ یہ قرآنی نصوص کی رو سے لعنت کے لائق ہیں۔

سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ جملہ اصحاب رضی اللہ عنہم قرآن وسنت کو پہچاننے والے ہیں۔ قرآن مجید کے جامع سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی ہیں اگر یہ مطعون اور نا انصاف ہوں تو پھر قرآن پر کیا اعتبار رہے گا۔ دین کس چیز پر قائم رہے گا۔ اصحابؓ سب کے سب عدول ہیں۔ علمائے حق نے فرمایا ہے قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں۔

(یارحیم وکریم وغفار وستار یارب یا اللہ یا لطیف وودود حضور علیہ الصلوۃ السلام کی ساری امت کو بندۂ ناچیز راقم سمیت بخش دے۔ امین ثم امین)

جو مانتا ہی نہیں ہے حدیث اور قرآن
جواب اس کا یہی ہے کہ دو نہ اس کو جواب

حضرت صدیق اکبرؓ کی تکذیب میں اس خیر القرون زمانہ کے 33 ہزار اصحابؓ کی تکذیب ہے۔ان کی مدح میں قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔

جو لوگ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحابؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہوں اللہ کے کلام میں ان کا نام کفار ہے۔لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔(سورۃ فتح آخری آیت)

(مکتوب 54۔دفتر اوّل)

مکتوب 59۔دفتر اوّل یہی ہے کہ

عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا۔معاویہؓ افضل ہے (صحابی) یا عمر بن عبدالعزیزؒ ابن مبارکؒ نے جواباً فرمایا۔......وہ گرد وغبار جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے۔وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔

بحوالہ صحیفہ شریف 59 دفتر اوّل۔بندۂ پُر تقصیر ہیچمدان عبدالخالق تو کلی اہلبیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں امام ربانی کے ایک ارشاد گرامی پر اس مضمون کو ختم کرتا ہے۔اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا۔جو پیچھے رہا ہلاک ہو گیا۔اصحابؓ ستاروں کی مانند ہیں۔کشتی کے سوار کے لئے ستاروں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

نماز میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی کیفیت:

جب وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا،وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:"ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے"مسجد میں تشریف لے جاتے،مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر دعا پڑھتے:راقم نے ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا بوجہ نااہلی،علالت وغیرہ۔"یا اللہ!تیرا بندہ تیرے دروازے پر حاضر ہے۔اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے!یہ بداعمال تیرے پاس حاضر ہے۔تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگزر کریں تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں اے کریم!میرے

برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے، درگزر فرما، یہ کلمات طیبات فرما کر پھر مسجد میں داخل ہوتے۔ (فضائل اعمال ص378)

ہم لوگ خطا کار گنہگار بہت ہیں
یعنی تیری رحمت کے سزاوار بہت ہیں
بخش دے بخش دے میں گنہگار ہوں
تیری رحمت کا ہر دم طلب گار ہوں

حضرت حسنین رضی اللہ عنہم کا انداز تبلیغ:

ایک مرتبہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے پر تھے ، ایک بڑی عمر کے شخص کو دیکھا، انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا (آداب کا لحاظ نہ رکھا) اور اسی طرح نماز پڑھ لی، دونوں شہزادوں نے چاہا کہ انہیں وضو اور نماز کا طریقہ سکھا دیں مگر عمر کی بنا پر حیا مانع آئی، لہذا بوڑھے کے پاس جا کر فرمانے لگے، ہم آپ کے سامنے وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، اگر اس میں کوئی خامی ہو تو آپ ہمیں بتا دیجئے۔ لہذا دونوں حضرات نے وضو کیا اور مکمل آداب کے ساتھ نماز پڑھی، وہ شخص بہت متاثر ہوئے اور اپنی اصلاح کر لی، اور دوبارہ سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی۔ (مفہوم وماخوذ از حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے 100 قصے)

حضرت حسنین رضی اللہ عنہم کی تمنا:

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: میری تمنا یہ ہے کہ دل کی مضبوطی جو آپ کو عطا ہوئی ہے اس کا کچھ حصہ مجھے بھی نصیب ہو جائے۔ یہ سن کر جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بھی خواہش ہے کہ زبان کی کشادگی وتاثیر جو آپ کو ملی ہے اس کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جائے۔ (مذکور)

امام حسن رضی اللہ عنہ خطابت، فصاحت، بلاغت اور خوش خلقی کے شہنشاہ تھے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور کالا ناگ:

راوی سلمان رضی اللہ عنہ: ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے، ام

ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ گم ہو گئے ہیں، دن چڑھ چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے اور چل پڑے، ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے، دیکھا کہ امامین حسنین رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں، اور پاس میں ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے، جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تاکہ دونوں بچوں کو آگے جانے سے روک دے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ناگ کی طرف بڑھے، ناگ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور چل پڑا، ایک سوراخ میں داخل ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے چہروں کے اوپر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل اکرام ہو، ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سوار بھی عمدہ سوار ہیں۔ (مذکور)

قصہ:

راوی جابر رضی اللہ عنہ: حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر چل رہے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر بیٹھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے تم دونوں کا اونٹ بہت عمدہ ہے اور تم دونوں بہت اچھا بوجھ؟

(کتاب مذکور بحوالہ حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم ج 2)

شب معراج محل:

شب معراج حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کا محل حسن رضی اللہ عنہ کے لیے اور سرخ رنگ کا محل حسین رضی اللہ عنہ کے لیے دیکھا تھا (حدیث شریف کا مفہوم)

ایک واقعہ مختصراً:

عید کے دن دونوں نواسوں نے نیا لباس مانگا، اصرار کیا، بچوں جیسی ضد کی، حضرت جبرائیل دو جوڑے سرخ اور سبز بہشت سے لائے، امام حسن رضی اللہ عنہ نے سبز جوڑا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے سرخ جوڑا پسند فرمایا۔ شہادت کی طرف اشارہ ملا۔

ہرنی نے بچہ پیش کر دیا:

ایک اعرابی نے ہرنی کا بچہ بطور ہدیہ پیش کیا، اسی اثناء میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے۔ یہ بچہ انہیں عطا فرما دیا گیا، تھوڑی دیر بعد جناب حسین رضی اللہ عنہ آ گئے اور ہرنی کا بچہ مانگا، بار بار کہا: ایک ہرنی اپنے بچے کو پہلو میں لٹکائے ہوئے آئی، عرض کی شکاری ایک بچہ آپ کی خدمت میں لے آیا اور مجھے آواز آئی، دوسرا بچہ لے کر حاضر ہو جاؤ تا کہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کا دل بھی خوش ہو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بچہ لے کر ہرنی کے حق میں دعا فرمائی۔ بچہ حسین رضی اللہ عنہ کو بھی مل گیا۔

قابل توجہ:

دوران تلاوت جہاں کلمہ یاایہا الذین آمنو! آتا تو جناب حسن علیہ السلام لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ فرماتے، موت دوزخ کا حال آتا تو روتے۔

حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کا تختیاں لکھنا:

نزہۃ المجالس میں امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں۔ (مفہوم)

دونوں صاحبزادوں نے تختیاں لکھیں یہ فیصلہ کرائیں کہ خط کس کا اچھا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے اور سیدنا فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی۔ کسی نے فیصلہ نہ دیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ فیصلہ رب کریم فرمائیں گے، رب کریم نے فرمایا ایک جنتی سیب لے جاؤ، دونوں تختیوں پر پھینکو، سیب دو ٹکڑے ہوا آدھا ایک تختی پر دوسرا آدھا دوسری تختی پر۔ فیصلہ خداوندی یہ ہوا دونوں کا خط اچھا ہے، اس طرح کسی شہزادے کی دل شکنی نہ ہوئی۔

وصال وشہادت سیدنا امام حسن علیہ السلام / رضی اللہ عنہ:

کتاب سیرت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم مصنف جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری میں ہر جگہ ان لوگوں کے ساتھ علیہ السلام ہی لکھا ہے جو کہ درست ہے (راقم) ربیع الاول 50ھ بمقام مدینہ منورہ، بقیع شریف میں دفن کیے گئے، 44ھ، 49ھ، 51ھ، 56ھ، 58ھ اور 59ھ کے

اقوال بھی ہیں، اگر 50 ہجری سال وفات ہے تو عمر مبارک 47 سال ہوئی۔ "الاستیعاب" میں 46 یا 47 ہی کی روایات ہیں، المسعودی نے عمر 55 سال لکھی، تہذیب التہذیب میں 58 سال ہے، جو درست ثابت نہیں ہوتی، وفات زہر سے ہوئی، اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض میں زہر دینے والے یا والی کا نام نہیں، بعض میں نہایت ضعیف انداز میں نام ہے، بعض میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا۔ جعدہ رضی اللہ عنہا بنت اشعث نے دیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، یہ سراسر غلط ہے (راقم) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو زہر دلوانے کی کیا ضرورت تھی، آپ رضی اللہ عنہ تو خلافت سے دست بردار ہو چکے تھے، اور دس سال میں کوئی بات حضرت امام رضی اللہ عنہ سے سرزد نہ ہوئی جو امن پسندی یا اتحاد مسلمین کے خلاف ہو۔ اصابہ اور الاخبار الطوال کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت زہر سے نہ ہوئی (یہ بھی سراسر غلط ہے۔ راقم) بعض روایات میں ہے کہ کئی بار زہر دیا گیا، آخری علالت 40 روز رہی، آخر بار کا زہر وہ فیصلہ کن نکلا، آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا زہر کس نے پلایا؟ فرمایا: کیا کرو گے؟ جس کی نسبت میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو خدا اس سے بدلہ لے گا، اگر وہ نہیں تو اپنے بدلے کسی بے گناہ کا مارا جانا مجھے پسند نہیں، نماز جنازہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود انہیں آگے کیا اور فرمایا سنت ہے کہ امیر شہر نماز پڑھائے۔ جنازہ میں بے شمار لوگ تھے۔ (بحوالہ الحسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ)

اجمالی بیان:

مولد 5 رمضان المبارک 3ھ مدینہ منورہ، اولاد 12 صاحبزادے 15 صاحبزادیاں سن ارتحال ربیع الاول 49ھ مدینہ منورہ، عمر 46 سال۔ (بحوالہ دین فطرت ماہنامہ از حضرت سید محمد سعید الحسن شاہ دامت برکاتہم العالیہ)

مزید بیان متعلقہ شہادت:

جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری لکھتے ہیں: (رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں) جب بیمار ہوئے تو انہوں نے (امام حسن علیہ السلام) نے فرمایا مجھے کئی بار زہر دیا گیا اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔ (زہر کس نے دیا؟ یہ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا تھا) آخری

وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ایک روز ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انہوں نے مان لیا تھا مجھے وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو۔ اب تم میری وفات کے بعد جانا اور درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا، ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے، اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع ہی میں دفن کر دینا۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ سے اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا: نعم وكرامة۔ ہاں! میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔

ایثار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

کس قدر عظیم ہے پہلے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت مرحمت فرمائی اب حضور امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رضامند ہیں، حالانکہ اپنے عظیم ترین شوہر اور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پدر محترم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قرب میں اور خصوصاً اپنے حجرے میں وہ خود بھی دفن ہونے کا فرما سکتی تھیں مگر ان کی خاطر عظیم ترین ایثار فرما دیا۔ (الراقم)

جب مروان حاکم مدینہ شریف نے مذکورہ واقعہ سنا تو یوں بولا! کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے، حسن رضی اللہ عنہ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا الغرض امام ممدوح رضی اللہ عنہ نے 46 سال کی عمر میں ربیع الاول 59ھ میں وفات پائی اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بحوالہ ''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ از جناب حکیم محمود ظفر صاحب'': 49ھ میں وصال: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ایک بار سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی پیشانی پر قل ھو اللہ احد لکھا ہے، جب یہ خواب مشہور بزرگ اور فقیہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: ''حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی بہت تھوڑی رہ گئی ہے، انتقال ہونے والا ہے۔'' (البدایہ والنہایہ ج8)

راقم نے یہ واقعہ علامہ محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کی کتاب ''تعبیر الرؤیاء'' میں بھی پڑھا ہے۔ زہر کا الزام جو معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں، اس الزام کی گوز شتر سے زیادہ حیثیت نہیں۔ بلکہ

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے "یہ شیعہ حضرات کی روایات ہیں، اللہ کی پناہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات اس سے یک قلم مبرا اور پاک ہے (ابن خلدون طبقات ابن سعد) الاستیعاب اور اصابہ کی روایات بے سند ہیں یعقوبی نے شیعہ ہونے کے باوجود زہر دینے والے کا نام نہیں لکھا، جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے کسی کا نام نہ بتلایا تو بعد میں دوسرے کو کیسے پتہ لگا؟ مصنف کتاب مذکور کہتے ہیں خود امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی علم نہ تھا، راقم کی سمجھ کے مطابق یہ سراسر غلط ہے، تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زہر کا الزام معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے کہ جعدہ رضی اللہ عنہا سے زہر دلوایا گیا، یہ بھی سراسر غلط ہے، راقم کی تصدیق کہ یہ الزام ہے حافظ ابن تیمیہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

(منہاج السنہ جلد دوم)

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ہر آنکھ اشک بار تھی، صف ماتم بچھ گئی تھی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے صحن میں با آواز بلند کہہ رہے تھے اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اس دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ لہٰذا خوب رولو۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہر طرف فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مذکورہ کتاب "سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما" میں اس روایت کا بھی یکسر رد کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روضہ شریف کے اندر دفن ہونے کی اجازت مانگی۔ بحوالہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مؤلف پروفیسر محمد طفیل چوہدری: "امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے جگر کا ایک ٹکڑا گر پڑا ہے اور میں اسے لکڑی کے ساتھ الٹ پلٹ رہا ہوں، اسقدر تکلیف کہ بے ہوش ہو جاتے (مفہوم) کئی بار زہر دیا گیا (مروان ان دنوں معزول تھا)

بحوالہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے 100 قصے از ابن سرور محمد اویس صاحب عرض ہے۔

مفہوم:

زہر وفات کا سبب بنا۔

راہ وفا میں اہل دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا

شوق سے تم کیا کرو فرق نیاز و ناز میں
ہم تو مگن ہیں عشق میں بہت کہاں کی ہار کیا

جنازہ میں اتنا مجمع تھا اگر کوئی سوئی پھینکی جائے تو زمین پر کسی کے سر پر گرتی۔

ایک طوفان طلب میں روح پیدا کر کے
چھپ گئے آپ لیکن حشر یہ برپا کر کے
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یاد کا مہکتا ہی رہے گا
تھی گرمی بازار محبت میرے دم سے
دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں

عرض ہے متعلقہ شہادت: (بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار)

زہر کے اثر سے انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتی تھی، بار بار قے بھی آتی تھی، تاہم صبر و تحمل اور بردباری کا کمال مجسمہ بنے رہے۔

جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا
اس حسن ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

نماز جنازہ بالاتفاق خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ دوبارہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی گئی تاکہ روضہ شریف کے اندر دفن ہوں، مروان حائل ہوا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ پر جھوٹے الزام کی تردید کا ذکر ہے۔

حضرت سید سعید الحسن شاہ صاحب خاندانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں رقم طراز ہیں۔

(متعلقہ شہادت بیان کے بعض نکات عرض کئے جائیں گے۔ راقم) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا خواب سن کر فرمایا: زندگی مبارک قریب الاختتام ہے، شہادت زہر خورانی سے، جس کسی نے بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا، یا مشورہ دیا، یا معاون بنا، یا راضی ہوا، وہ بحکم قرآن وحدیث جہنمی ہے۔ خبیث ہے، ملعون ہے، آخری وصیت بابت روضہ شریف کے

اندر دفن سے متعلقہ، حاکم مدینہ مروان خبیث، لعین نے اجازت نہ دی۔

ابو الحسنات محمود احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: زہر دینے سے متعلقہ کئی واقعات بیان کئے ہیں۔ حضرت جعدہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں کوئی دخل نہیں، جناب ابو الحسنات صاحب کے بیان کی تلخیص راقم نے اپنی کتاب "امہات المومنین" کے آخر ذکر خیر اور سیرت طیبہ امام علیہ السلام میں لکھی ہے۔

یہاں مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بھی مذکورہ عنوان پر بحوالہ سوانح کربلا ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت امام ابو الحسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ائمہ اثنا عشر میں امام دوم ہیں، الراقم ناکارہ عرض کرتا ہے کہ یہ ائمہ طریقت ہیں، بارہ امام ان کا ذکر، اور فضائل کتب احادیث میں ہے، کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری ثم لاہوری علیہ الرحمتہ نے ان ائمہ طریقت کے فضائل از کتب حدیث، سیر بیان فرمائے ہیں، اگر بعض حضرات اسے نہ مانیں تو وہ اپنی پسندیدہ کتاب غنیۃ الطالبین سے دیکھ لیں۔ سلطان السلاطین شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا ذکر فرمایا ہے: سیدنا امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مکتوبات شریف میں اور دیگر کتب میں دلائل شواہد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

دیگر ہزار ہا کتب میں بھی بیان ہے، حضرت علامہ سعید الحسن شاہ رضی اللہ عنہ دامت برکاتھم العالیہ نے اپنی مشہور کتاب خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بارہ ائمہ کرام کا بیان فرمایا ہے، بعض حضرات قاضی سلیمان سلمان منصور پوری مرحوم کی کتاب رحمتہ اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم میں بارہ اماموں کے مختصر حال ملاحظہ فرماسکتے ہیں، اب بھی جو حضرات حضور امام حسن علیہ السلام کو امام لکھنے پر مناسب یا درست خیال نہیں فرماتے ان کی اپنی پسند، کیونکہ پسند اپنی اپنی مزاج اپنا اپنا، ذوق فہم ہر ایک کا الگ، کیونکہ دماغ ذہن الگ الگ۔ (راقم)

اب جناب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی طرف توجہ فرمایئے: آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا، زہر کے اثرات سے اسہال کبدی لاحق ہوا اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں

خارج ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی، قریب وفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادر عزیز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر دریافت کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے، تو فرمایا: تم اسے قتل کرو گے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا: کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے، اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو مجھے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ کا زہر سب سے زیادہ تیز ہے۔ سبحان اللہ! حضرت امام کی کرامت اور منزلت کیسی بلند و بالا ہے کہ آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت و انصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحہ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے، اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے، اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی تھی کہ آپ نے پانچویں ربیع الاول 49ھ کو اس دار ناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر محترم حضرت امام حسنؓ کو گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور سیمائے مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تسکین خاطر مبارک کے لیے عرض کیا کہ اے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں، بے قراری کا کیا سبب ہے؟ مبارک ہو آپ کو عنقریب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خدیجہ کبریٰ اور فاطمہ زہرا اور حضرت قاسم و طاہر اور حضرت حمزہ و جعفر رضی اللہ عنہم کا دیدار نصیب ہوگا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اے برادر عزیز! میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا تھا اور خلق الٰہی میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی، اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی و ایذا رسائی کا بھی تذکرہ کیا، اور اس ارشاد مبارک سے معلوم

ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غمگین کر رہی تھیں، اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ طاہرہ میں دفن کی جگہ عنایت ہو جائے، انہوں نے اس کو منظور فرمایا۔ میری وفات کے بعد ان کی خدمت میں عرض کی جائے، لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم مانع ہوگی اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار نہ کرنا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حسب وصیت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی آپ نے اس قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بڑی عزت و کرامت کے ساتھ منظور ہے، لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہی ہتھیار بند ہو گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلا کر واپس کیا، اور یہ فرزند رسول جگر گوشۂ بتول بقیع شریف میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون جنت کے پہلو میں مدفون ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا، اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا، لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے، واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو، مگر حسرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے امام جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں ہے، یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم

نہ تھا اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کس کا نام لیتے، انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ رضی اللہ عنہا کو قاتل ہونے کے لیے معین کرنے والا کون ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا ان کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا۔ نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ سازباز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرا عجیب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے اختراعات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر الزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں، اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے، اور حضرت ام المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم بابار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں ،کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن جن عورتوں کو طلاقیں دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدایانہ گذار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا، ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے۔

بابت شہادت

شہادت سے قبل ایک خواب:

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خواب میں نانا جان سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ریاض بہشت کی سیر کرائی، فرمایا: کل رات تک ہمارے پاس آ جاؤ گے''

واقعہ زہر سے متعلقہ ایک نوٹ:

مدینہ منورہ میں ایک خبیثہ آپ رضی اللہ عنہ کے مکان پر آتی اور مروان سے انعام لیتی، شہد زہر ملا ہوا لاتی، ازواج حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتی تھی منافق، عمدہ کھجور زہر آلود بھی لاتی، تقدیر الٰہی میں شہادت زہر سے ہوئی تھی۔ زہر آلود لکڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں بھی زخمی کر دیا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس اندھے کو ضرور پکڑیں گے جو کئی بار زہریلے وار کر چکا تھا، اندھے نے زہر آلود چھڑی کے سرے کو انگل سے پاؤں پر رکھ کر زور سے دبایا تھا، جس سے زخم ہوا تھا مدینہ شریف میں مذکورہ خبیثہ نے پھر کارروائی کی تھی اور پانی کی صراحی میں سخت زُود اثر زہر ڈالا تھا، وہ پانی پیا گیا تو حلق سے ناف تک اندر کے ٹکڑے ٹکڑے کر گیا، اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب بھی موجود تھے۔ (اوراق غم)

ازدواج اور اولاد کرامؓ و دیگر اقارب:

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

راوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں سے بہت نکاح کرنے والے تھے، سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مصنف جناب طالب ہاشمی مرحوم نے لکھا ہے: 90 عورتوں سے نکاح کیے، نکاح کرتے اور تھوڑی دیر بعد طلاق دے دیتے، تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ 70 شادیاں کیں، علامہ واقدی کی بھی ایسی ہی روایت ہے: حکیم محمود ظفر صاحب ''حسن بن علی رضی اللہ عنہ'' میں لکھتے ہیں: ایسی روایات ہماری رائے کے مطابق درست نہیں، خاص سازش کے تحت آپ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی سازش کی ہے، اور یہ صرف اس لیے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

صلح کر لی، اور خلافت سے دستبردار ہو کر پانچ سالہ خون ریزی ختم کر کے اتحاد و اتفاق کی بنیاد رکھی، اگر زیادہ شادیاں کی ہوتیں تو زیادہ اولادیں ہوتیں، لیکن تاریخ میں آپ رضی اللہ عنہ کے صرف بارہ صاجزادے اور پانچ صاجزادیاں ملتی ہیں، زیادہ شادیوں والی روایات مورخین کی مبالغہ آرائی ہے اور بدنام کرنے کی سازش، راقم عرض کرتا ہے کہ جناب حکیم صاحب کا تجزیہ وتبصرہ بالکل صحیح ہے، جو لوگ حضرات اہل بیت نبوت کے خلاف ہوئے انہیں کی طرف سے ایسی روایات بھی ہیں جو کہ بعض بزرگ حضرات نے بھی نقل کر دیں، جیسا کہ واقعہ غرانیق جس میں دین اسلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام، اور قرآن مجید سے متعلقہ سراسر غلط روایت ہے، اسے بھی ہمارے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کر لیا، حالانکہ آپ عظیم پایہ محدث تھے، یہ تفصیل راقم نے اپنی کتاب ذکر خیرا، بے مثل ولادت و سیرت طیبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھی ہے، ایسے ہی اور کئی شواہد ہیں۔ علمائے نسب نے آپ رضی اللہ عنہ کی ان ازواج کے نام لکھے ہیں:

1۔ خولہ بنت الغزاریہ رضی اللہ عنہا۔

2۔ ام بشر بنت ابی مسود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہا (بشیر)

3۔ ام اسحٰق بنت طلحہ بنت عبیداللہ رضی اللہ عنہا۔

4۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ عنہا (نسب قریش مصعب زبیری ص46) علامہ مولانا محمد عبدالسلام رضوی صاحب نے مزید یہ نام بھی لکھے ہیں۔

5۔ فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ

6۔ ام ولد رضی اللہ عنہا۔

7۔ رسلہ رضی اللہ عنہا۔

8۔ تقفیہ رضی اللہ عنہا۔

9۔ امراء القیس رضی اللہ عنہا / سلمہ بنت امراء القیس

10۔ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر رضی اللہ عنہا۔

11۔ اُمّ الحسن رضی اللہ عنہا۔ (شہادت نواسۂ سید الابرار)

12۔ حضرت جعدہ بنت ہبیرہ مخزومی رضی اللہ عنہا

13۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

14۔ ام کلثوم بنت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔

علامہ سعید الحسن شاہ صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے صرف سات ازواج کے نام تحریر فرمائے ہیں (خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

بارہ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی:

(بمطابق رحمۃ اللعلمین ، خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ صاحبزادے بمطابق شہادت نواسۂ سید الابرار تیرہ صاحبزادے) اور بھی کے نزدیک پانچ صاحبزادیاں

جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب نے ایک روایت کے مطابق آٹھ بیٹوں کے نام لکھے ہیں، دوسری روایت کے مطابق بارہ تعداد۔

اسمائے گرامی: زید، حسن مثنیٰ، حسین، طلحہ، اسمٰعیل، عبداللہ، حمزہ، عبدالرحمٰن، یعقوب، عبداللہ ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہم۔

صاحبزادیاں: فاطمہ، ام سلمہ، ام عبداللہ، ام الحسین رملہ، ام الحسن رضی اللہ عنہن

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں زید رضی اللہ عنہ، حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ، حسین الاثرم رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئی تھی، مگر حسین رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ختم ہوگیا، اور اب دنیا میں زید رضی اللہ عنہ، حسن مثنیٰ رض کی اولاد باقی ہے۔ (حضرت سید سعید الحسن شاہ صاحب اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری مرحوم)

صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی رفاقت میں شہید ہوئے۔

ا۔ حضرت زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ:

والدہ ماجد فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ، انصاری، ان کے صاحبزادے حضرت ابو محمد حسن رضی اللہ عنہ سلطنت منصور میں گورنر مدینہ منورہ رہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رحلت 120ھ۔

90 سال کی عمر پائی۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی دو بہنیں ام الحسن رضی اللہ عنہا اور ام الحسین رضی اللہ عنہا۔ جلیل القدر، پاکیزہ نفس اور کثیر الاحسان تھیں، جب حکومت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے گورنر مدینہ منورہ کو لکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تولیت صدقات حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لوٹا دیں اور ہر ممکن ان کی مدد کریں، حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

2) حسن مثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ المتوفی 97ھ۔

والدہ خولہ بنت منظور بن ایان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سہی بن عازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اہتمام ان کے سپرد تھا، میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے، بعد ازاں صحت یاب ہو گئے تھے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں جس سے ابراہیم الغمر رضی اللہ عنہ، حسن مثلث رضی اللہ عنہ، عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں، اور یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔

ایک رومیہ عورت سے داؤد رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ دو فرزند تھے۔

عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے، ان کے پانچ فرزند تھے، محمد ذی النفس الزکیہ رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ، موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ، سلیمان رضی اللہ عنہ، ادریس رضی اللہ عنہ، محمد ذی النفس رضی اللہ عنہ نے دعویٰ خلافت کیا، اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔

1۔ ابراہیم بن عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چار ہزار درہم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ مشہور ہیں، دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔

عبداللہ محض رضی اللہ عنہ کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے، امام الاولیاء شیخ الجلیل ابوصالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانی حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ الجون رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں۔

2۔ ابراہیم غمر بن حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب لغمر کثرت جود کی وجہ سے تھا۔ ابو اسمٰعیل کنیت

وصال 145ھ، نسل اسمٰعیل دیباج رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہے، اسمٰعیل دیباج رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوابراہیم اور لقب شریف الخلاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندانی التبج اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے۔ اور بکثرت ہے۔ سادات بنومعیہ کا سلسلہ انہی میں شامل ہوتا ہے۔ بنومعیہ سے سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

3۔ حسن المثلث بن حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعلی وفات 145ھ نسل دنیا میں موجود ہے۔

4۔ داؤد بن حسن مثنیٰ والدہ رومیہ، یہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ رفیع تھے، نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے، سلیمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ام کلثوم رحمۃ اللہ علیہا بنت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔ سلیمان رضی اللہ عنہ کی نسل چار فرزندوں موسیٰ رضی اللہ عنہ، داؤد رضی اللہ عنہ، اسحٰق رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ سے دنیا میں جاری ہے۔

5۔ جعفر کی کنیت ابوالحسن رضی اللہ عنہ، وفات 70ھ ان کا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ، جن کی نسل عبداللہ رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ جن کی نسل جاری ہے، قزوین، راوند، مراغہ میں یہ نسل موجود ہے (بحوالہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم از جناب قاضی سلمان سلیمان منصورپوری)

نوٹ: حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں، جن کی زوجہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رہیں جب کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں تھے، یہ مدینہ شریف اپنے خاوند حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے رہی تھیں۔

نوٹ: سیّدنا امام حسنؓ کے یہ بھائی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیّدنا امام حسین عالی مقامؓ۔ سیّدنا عباسؓ۔ سیّدنا جعفرؓ۔ سیّدنا عثمانؓ۔ سیّدنا محمدؓ۔ سیّدنا ابوبکرؓ۔ سیّدنا عبداللہ۔ (سات تعداد)

حضرت علی المرتضیٰؓ کے کل 18 صاحبزادے تھے جن میں سے سوائے امام حسینؓ اور حضرت حسنؓ دیگر برادران والد ماجدؓ کی طرف سے آپؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

1	سیّدنا امام حسینؓ	4	سیّدنا یحییٰؓ
2	سیّدنا عمرؓ	5	سیّدنا محمدؓ
3	سیّدنا عباسؓ	6	سیّدنا اوسطؓ

7	سیّدنا جعفرؓ	13	سیّدنا محمد حنیفہؒ
8	سیّدنا عبیداللہؓ	14	سیّدنا محمد اکبرؓ
9	سیّدنا عثمانؓ	15	سیّدنا محسنؓ
10	سیّدنا عبداللہؓ	16	سیّدنا عمرانؓ
11	سیّدنا ابوبکرؓ	17	سیّدنا عمرؓ
12	سیّدنا عونؓ		

حضرت امام حسنؓ کی والد ماجدؓ کی طرف سے کل 18 بہنیں تھی۔ جن میں سے سیدہ زینبؓ سیّدہ ام کلثومؓ دونوں اطراف سے (والدؓ۔ والدہؓ) حقیقی بہنیں۔

حضرت ام ہانی۔ حضرت میمونہ۔ حضرت ام جعفر۔ حضرت زینب صغریٰ۔ حضرت رملہ صغریٰ۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت امامہ۔ حضرت خدیجہ۔ حضرت ام الحسن۔ حضرت رمتہ الکبریٰ۔ حضرت ام الکرام۔ حضرت رقیہ۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت جمانہ۔ حضرت حارثہ۔ حضرت نصیر رضی اللہ عنہن۔

حضرت امام حسنؓ کے یہ صاجزادے میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت قاسمؓ۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عبداللہ (الاصغر)

درج ذیل حضرات جو والد ماجدؓ کی طرف سے آپ کے حقیقی بھائی تھے شہید ہوئے

حضرت ابوبکر۔ حضرت محمد۔ حضرت عبداللہ۔ حضرت عثمان۔ حضرت جعفر۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہم۔

گلشن نبوت کی عظیم عارفہ سیدہ نفیسہ بنت زید رضی اللہ عنہ بن حسن انور بن امام حسن رضی اللہ عنہ:

ولادت 145ھ مکہ معظمہ میں۔ بلوغت پر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی، عبادت، ریاضت، زہد اور تقویٰ میں مشہور ہوئیں، ہمیشہ دن کو روزہ رکھتیں، رات کو نماز میں کھڑی رہتیں۔ اکثر اوقات حرم نبوی شریف میں گذارتیں، تمیں حج پیدل کیے، تین دنوں کے بعد ایک لقمہ تناول فرماتیں، مصلے کے سامنے ایک ٹوکری ہوتی جس چیز کی خواہش ہوتی وہ شے ٹوکری میں نمودار ہو جاتی۔ ان کا فرمان ہے: جیسے اللہ پر بھروسہ ہو دنیا اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔

نکاح:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب اسحٰق رضی اللہ عنہ سے ہوا، ایک بیٹا قاسم رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، بعد ازاں مصر میں قیام فرمایا۔

سانحہ کربلا کے بعد دوبارہ مدینہ منورہ جانے کا قصد فرمایا: اس سانحہ کے بعد مصر محبان اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم کا مسکن و مرجع بن گیا تھا، مخلوق سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں برائے حصول فیوض و برکات و انوارات و کمالات بکثرت حاضر ہوتی۔ اس لئے سیدہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ شریف کا ارادہ فرمالیا، امیر مصر نے بہت منت سماجت کی تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے شرط لگائی کہ ہفتہ میں صرف دو دن زائرین آئیں یہ شرط قبول کی گئی، بلاشبہ جناب سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا عظیم ترین صاحب کرامت تھیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی خدمت میں حاضر ہوتے، دعا کراتے، نماز تراویح سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی مسجد میں پڑھاتے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کی سماعت کی، مرض الموت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت ایک شاگرد کو دعا کے لیے بھیجا۔ فرمایا: ”اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرمائے“ امام صاحب سمجھ گئے، اب موت قریب ہے، وصیت فرمائی کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا جنازہ میں شریک ہوں، جب فوت ہوئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے حاکم مصر کو پیغام بھجوایا کہ جنازہ میرے مکان کے قریب پڑھایا جائے، اس طرح مقتدی کی حیثیت سے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔“

غیبی آواز:

ایک مرد صالح فرماتے ہیں: جب جنازہ پڑھا جا چکا تو غیب سے آواز آئی اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے جنازہ میں شامل ہونے والوں کو بخش دیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پڑھنے کی برکت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمادی۔

وصال:

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا جس مکان میں قیام پذیر تھیں اسی میں اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کھودی پھر

اس میں دو ہزار قرآن مجید ختم کیے۔ یکم رجب 208 کو بیمار ہوئیں، مدینہ منورہ میں اپنے خاوند کو اطلاع بھجوائی، طبیبوں نے روزہ افطار کرنے کا مشورہ دیا، فرمایا: تیس سال سے دعا کر رہی تھی کہ بحالت روزہ روح پرواز کرے، اب روزہ کیوں موقوف کروں، چند اشعار پڑھے جن میں سے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''طبیبو! ہٹ جاؤ مجھے اپنے حبیب کے ساتھ رہنے دو، محبوب کی طرف جانے کا اشتیاق حد سے بڑھ گیا اور محبت شعلہ زن ہے''

موت کے آثار شروع ہوئے تو سورۃ انعام کی تلاوت شروع فرمائی جب اس آیت کریمہ پر پہنچیں تو غشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا يَعْمَلُوْنَ○

ترجمہ: ان کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے ان کا مددگار ہے۔ کلمہ شہادت پڑھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ وصال کے روز ان کے شوہر حضرت اسحٰق مؤتمن رضی اللہ عنہ مصر پہنچے اور جسد مبارک مدینہ شریف لے جانے کی خواہش کی، تمام اہل مصر نے التجا کی کہ نہ لے جائیں مگر وہ نہ مانے، رات ہوگئی، اگلے دن پھر لوگ حاضر ہوئے تو اسحٰق رضی اللہ عنہ نے تدفین کی اجازت دے دی، اور فرمایا کہ رات کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کو اہل مصر کے ہاں ہی دفن کرو، چنانچہ مزار اقدس قاصرہ مصر میں ہے۔ (چند روز مصر میں، مصنف صاحبزادہ محب اللہ نوری صاحب)

خون خیر الرسل سے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پے اعلیٰ درود
ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ دو صاجزادے شاہ بہشت جواناں
زہرا بنت نبی دے جائے اوناں وڈیریاں شاناں
(مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ علیہ)

اوج مہر ہدیٰ موج بہر ندیٰ
روح روح شہادت پے لاکھوں سلام
شیر خوار لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پے لاکھوں سلام
اس شہید کربلا شاہ گلگوں قبا
بیکس دشت غربت پے لاکھوں سلام
امام حسین رضی اللہ عنہ وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکب دوش عزت پے لاکھوں سلام

یا اللہ! سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے طفیل راقم گنہگار کی مغفرت فرمادے، از دم آخر تا حشر عذاب سے نجات دے، سبھی گناہ معاف فرمادے۔ آمین ثم آمین

بشارت: نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سلسلہ زریں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والوں کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ فرماتے ہیں۔ (فیوض الحرمین ج 10)

پیاری دعا:

اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّہٖ وَحُبِّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

اہم نوٹ:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ قرابت داروں، خاندان بنو ہاشم خصوصا اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی محبت، ان کا ادب واحترام عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج 4 چہارم زیر آیت 23 الشوریٰ)

مختصراً مقالہ

از قلم حضرت سید غلام دستگیر زیدی صاحب مدظلہ نقشبندی مجددی خلیفہ مجاز

کئی مستند کتب کے مصنف

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خانوادۂ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلِ سر سبد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پرورش پانے والے تھے اور آپ نے اپنے والد محترم شہر علم کے دروازے اور شجاعت کے پیکر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیر نگرانی تربیت کی منازل طے کیں اور وہ حسن رضی اللہ عنہ جو حسن و جمال کے پیکر اور ہم شکل پیغمبر تھے ان کے بارے میں قلم دانی کرتے ہوئے سوچ وفکر کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں تاہم رفیق عزیز مصنف کتاب ہذا صوفی عبدالخالق توکلی صاحب کے اصرار پر چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں تاکہ اس پاک ہستی کا ذکر نہ صرف زیب قرطاس ہو جائے بلکہ مجھ جیسے گنہگار کے لیے حصول برکت کا وسیلہ بھی بن جائے اور ان کے نانا شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے امیدواران میں بھی نام درج ہو جائے۔

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جب یہ خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو اس نے اپنا ایک سپہ سالار لشکر کے ساتھ آپ کی طرف روانہ کر دیا ادھر حضرت امام حسن بھی ایک لشکر جرار لے کر مدائن کی

طرف روانہ ہوئے۔ ساباط کے مقام پر پہنچ کر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سامنے ایک تقریر کی کہ ”میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کینہ نہیں ہے اور میں کسی کے لیے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو خود مجھے اپنے لیے پسند نہیں، میری رائے ہی ہے کہ تم لوگ تفرقہ واختلاف کی بجائے اتفاق و اتحاد کو قبول کرلو۔“

امیر معاویہ کے جرنیل عبداللہ بن عامر اور خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ امت مسلمہ کی خونریزی سے بچا جائے اور جو شرائط آپ کو پسند ہوں ان پر خلافت سے دست بردار ہو جایئے۔“

جب جنگ کے بادل منڈلاتے ہوئے نظر آئے تو حضرت امام رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے افراد کی خونریزی سے بچنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرماتے ہوئے کوفہ کی جامع مسجد میں ایک بڑے مجمع میں خطاب کرتے ہوئے خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمادیا۔ آپ نے فرمایا:

> ”اما بعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلوں کو ہماری وجہ سے ہدایت یافتہ بنایا اور تمہارے پچھلوں کو خونریزی سے بچالیا۔ سب سے بڑا عقلمند وہ ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا اور سب سے بڑا بیوقوف وہ ہے جس نے بداعمالیاں کیں۔ یہ مسئلہ (خلافت) جس میں میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہے اس کے مستحق معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں یا میں؟ دونوں صورتوں میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فلاح اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔“

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے معاویہ رضی اللہ عنہ! یہ خلافت تمہارے لیے بڑی آزمائش اور اس کی حقیقت ایک عارضی سرمایہ سے زیادہ نہیں۔“ (اسد الغابہ جلد دوم)

کثرت عبادت وریاضت آپ کی سیرت کا اہم پہلو ہے۔ زہد وتقویٰ اور خشوع و

خضوع میں خصوصی رغبت تھی۔ کثرت میں گھوڑے اور سواریاں میسر ہونے کے باوجود آپ نے پا پیادہ پچیس حج کیے۔ آپ کی سیرت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں عبادت و ریاضت کی معراج رضائے الٰہی کا حصول ہے وہاں اس کا کمال یہ بھی ہے کہ انسان خدمت خلق کا پیکر بن جائے۔ آپ علم و فضل کا خزانہ اور اصابت رائے میں یکتا تھے۔ فصاحت و بلاغت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اس پائے کا خطیب نہ تھا۔ آپ رشد و ہدایت کا منبع تھے۔ لباس و خوراک میں سادگی پسند کرتے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ نے تین بار آدھا مال اور دو بار سارا مال راہ خدا میں دے ڈالا۔

رب کریم آپ کے مزار پر لاکھ لاکھ رحمتوں کا نزول کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا امیدوار

غلام دستگیر

التجا:

یا امام حسن رضی اللہ عنہ یا امام حسین رضی اللہ عنہ میری کشتی پار لگا جانا

شہداء زندہ و مددگار

بحوالہ قرآن مجید

توکلی

المراجع والمصادر

	نام کتاب	مصنف
1	قرآن حکیم	اللہ تعالیٰ
2	صحیح بخاری مترجم	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ علامہ وحید الزماں
3	ترمذی شریف مترجم	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ۔ علامہ وحید الزماں
4	مرآۃ جلد ہشتم شرح مشکوٰۃ	شارح مفتی احمد یار خان
5	خصائص الکبریٰ مترجم	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: خواجہ صدیق احمد ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ
6	کتاب الشفاء	قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
7	مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
8	شواہد النبوۃ	مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ
9	سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری
10	خاکِ کربلا	مولانا افتخار الحسن زیدی
11	تفسیر ضیاء القرآن	محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
12	تفسیر معارف القرآن	مفتی محمد شفیع کراچی
13	تفسیر نعیمی جلد سوم	مفتی احمد یار خان گجراتی
14	تاریخ الخلفاء	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
15	نزہۃ المجالس	علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ
16	مکتوبات شریف مجددی	امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
17	اوراقِ غم	علامہ محمود احمد رضوی
18	سوانح کربلا	مولانا نعیم الدین مراد آبادی
19	کشف المحجوب	سید عثمان علی ہجویری (داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)
20	خاندانِ مصطفیٰ ﷺ	علامہ سعید الحسن شاہ مدظلہ

21	نواسۂ سید الابرار	مولانا عبد السلام قادری
22	حسن بن علی رضی اللہ عنہما	جناب حکیم احمد ظفر
23	حسن بن علی رضی اللہ عنہما	پروفیسر طفیل محمد چودھری
24	حضرت حسن و حسین کے 100 قصے	مولانا ابن سرور محمد ادریس
25	الحسن بن علی رضی اللہ عنہما	(کافی ضخیم کتاب ہے)
26	روضۃ الشہداء	علامہ حسین بن علی۔ مترجم علامہ صائم چشتی
27	فیوض الحرمین	علامہ دل محمد رحمۃ اللہ علیہ
28	مصر میں چند روز	علامہ محب اللہ نوری
29	ماہنامہ دین فطرت	بانی۔ علامہ سید سعید الحسن شاہ
30	ماہنامہ نور اسلام	شرقپور شریف
31	حدائق بخشش	امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
32	خیرات الکوثر	علامہ محمد اشرف سیالوی
33	خاندانِ نبوت	علامہ محمد ادریس
34	سیدہ خاتونِ جنت	علامہ طالب الہاشمی
35	پندرہ روزہ الفاروق	(چوکیرہ، سرگودھا)
36	ماہنامہ بنات عائشہ کراچی	
37	سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	خواجہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
38	فضائل صحابہ	مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری
39	اہل بیتؓ اور امام اعظمؒ	علامہ غلام مصطفیٰ مجددی
40	توقیر سادات	علامہ طفیل احمد ہجویری
41	شانِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما	عبد المنان راسخ
42	ماہنامہ بینات کراچی	(ذوالحجہ 1382ھ)

43 روزنامہ ایکسپریس 11 ف

راقم ہیچمدان نے کتاب ہذا کی تالی

کتب سے اقتباسات لیے اور بعض سے رہنما

تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کی مغفرت او

تعالیٰ ان کو دین ودنیا وآخرت میں خوشحالی وکامر

قارئین کرام سے التماس ہے کہ

فرمائیں۔ مجھے کسی جگہ بھی کسی کی دلآزاری مقص

طلب ہے۔ دعا گو ودعا جُو

روری 2005ء جمعۃ المبارک

ف کے دوران ان کتب سے خوشہ چینی کی، بعض
ئی ی۔ ان کتب کے مصنفین، مولفین اور مترجمین کا
ر بلندیٔ درجات کے لیے بہت دعا گو ہوں۔ اللہ
رانی سے ہمکنار فرمائے۔

جہاں کہیں سقم ملے اس بارے میں ضرور آگاہ
ودنہیں۔ البتہ مولائے کریم کی رضا کی شدید محتاجی و

بندہ پر تقصیر
محمد عبدالخالق توکلی عفی عنہ

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

ہر سطح کے قاری کیلئے مفید

تا 37

(صفحات 520)

صفحات 368)

(صفحات 1100)

(370

(3

زوشب

12- شاہراہ طہارت

اربعین شریف

اسمائے گرامی مع بعض روایات)

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

یل خواجہ صدیق احمد ہاشمی سیدوی علیہ الرحمہ

جواہراتِ مثنوی معنوی، تعارف حدائق الاخیار، ذکرِ الٰہی)

الوی رحمۃ اللہ علیہ

م | 29- ملفوظاتِ مظہری

ن مجددی | 32- 11 غازیان اسلام

35- خواجہ خواصپوری

37- عبادالرحمٰن (ذکرِ جمیل اولیاء اللہ)

ب توکلی کے علمی مقام اور ان کی کاوش کی خبر ہوتی اور وہ
سکتیں۔ اور ہماری موجودہ اور آئندہ نسل کی زرخیز مٹی
ی۔ پروفیسر رفیع الدین معظمی۔ علامہ معراج السلام۔
فقیر محمد ندیم (صدارتی ایوارڈ زیافتہ)

43 روزنامہ ایکسپریس 11 فروری 2005ء جمعۃ المبارک

راقم ہیچمدان نے کتاب ہذا کی تالیف کے دوران ان کتب سے خوشہ چینی کی، بعض کتب سے اقتباسات لیے اور بعض سے رہنمائی لی۔ ان کتب کے مصنفین، مولفین اور مترجمین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے بہت دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا و آخرت میں خوشحالی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جہاں کہیں سقم ملے اس بارے میں ضرور آگاہ فرمائیں۔ مجھے کسی جگہ بھی کسی کی دلآزاری مقصود نہیں۔ البتہ مولائے کریم کی رضا کی شدید محتاجی و طلب ہے۔ دعا گو و دعا جو

بندہ پر تقصیر

محمد عبدالخالق توکلی عفی عنہ